حصہ اوّل

مُصنّفہ

محقق کامل و مورخ فاضل

عالیجناب مولانا غضنفر علی صاحب زیدی

مصنف تاریخ بنی ہاشم وغیرہ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده و نصلی علی رسوله محمد نبی خاتم و علی آله اولی فضل عظیم

کشادستم من این نامه بنامت
الهی شرح صدرم کن کرامت

ضعیفم زورمندم کن بتوفیق
نلغزد پای من در راه تحقیق

عطا کن از ره احسان و تحسین
زبانِ حق سرا و چشم حق بین

چنانم استواری ده باخلاص
که هر کارم برای تو بود خاص

بترسم یارب از هرزه خروشان
تکبر پیشه گان عشوه فروشان

بغفلت هر گهی این نامه خوانند
هنرها را اگر عیب دانند

سبق از نخوت و پندار گیرند
مرا خوار و سخن را خوار گیرند

گرفتم خسته و آشفته حالم
نظر بر من چرا باید بر مقالم

نه عیب است اینکه مسک از ناف آهوست
بهای نافه از بو یا زه خوشبوست

اگر سنگ صدف بیقدر خیزند
همانا لعل و در هر جا عزیزند

امامیہ مشن کی ۳۲ سینتیسویں دینی خدمت

امامیہ مشن کے خدمات کی مقبولیت ہر طبقہ سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے اور کر رہی ہے جس طرح عام افراد قوم ممبری اور رسالوں کی خریداری کے ذریعہ سے قدرشناسی کا اظہار فرما رہے ہیں اُسیطرح ممتاز مصنفین اور اہل قلم کا اپنے تصانیف کا بغرض اشاعت مرحمت فرمانا اُنکی توجہ خاص کا بہترین ثبوت ہے۔

پیش نظر رسالہ عالیجناب مولانا سید غضنفر علی صاحب زیدی کا نتیجۂ قلم ہے جو ایک اعلیٰ پایہ کے ممتاز مصنف ہیں اور جنھوں نے اپنی تمام عمر خدمت علم و مذہب اور تصنیف و تالیف میں صرف فرمائی ہے۔

ہم موصوف کے انتہائی شکر گذار ہیں کہ ممدوح نے یہ کتاب ہم کو بغرض اشاعت مرحمت فرمائی اور تمام افراد اہل مذہب سے اُمیدوار ہیں کہ وہ اس کو اطمینان کے ساتھ ملاحظہ فرمائینگے والسلام

خادم ملت

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

اور ابن اثیر و ابن خلدون وغیرہ نامور مورخوں کے نزدیک قابل اعتماد و اعتبار ہے۔

اچھا ہوگا اگر میں شروع میں کچھ واقعات ماقبل بھی مختصراً نقل کر دوں تاکہ جو واقعات زیر بحث آئیں اُن کے سمجھنے میں آسانی ہو

بیان کیا گیا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجاز عرب کے قبیلہ قریش میں بمقام مکہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول[۱] مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء عیسوی پیدا ہوئے یہ زمانہ وہ تھا کہ عرب میں صدیوں سے گمراہی و جہالت کے مہلک امراض پھیلے ہوئے تھے اور اُس کے اطراف کی مستبد حکومتیں یعنی روم و ایران کی سلطنتیں خدائے یکتا و بے ہمتا کے بندوں کو بجبر و قہر اپنا غلام و پرستار بنائے ہوئے تھیں۔ استبدادی عیش و کامرانی اور استعماری ہوسناکی نے مخلوق خدا کو انواع و اقسام کی مصیبتوں میں گرفتار کر رکھا تھا آنحضرت کے والد پہلے وفات پا چکے تھے آپ کا سن چھ برس کا تھا۔ کہ آپکی والدہ نے بھی دنیا سے رحلت کی اسوقت سے آنحضرت اپنے دادا عبد المطلب کے آغوش میں آئے دو برس کے بعد عبد المطلب بھی راہی ملک بقا ہوئے اور آنحضرت کی کفالت اُن کے حقیقی چچا ابوطالب کو تفویض کر گئے۔ چنانچہ آنحضرت اسکے بعد سے

[۱] یہ تاریخ جمہور اسلام کی روایات کے مطابق ہے لیکن خاص فرقہ شیعہ کے متفقہ روایات کی بنا پر ۱۷ ربیع الاول صحیح ہے (۲) تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۵

مورخوں نے حکومت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے ایک حکومت مطلقہ جسکو حکومتِ مستبدہ بھی کہتے ہیں یعنی عنانِ حکومت بلا قید کسی شرعی یا ملکی قانون کے مستقلاً کسی ایسے ایک شخص کے قبضۂ اقتدار میں ہو کہ وہ جو چاہے حکم دے اور اور جو کچھ بھی حکم دے وہی شریعت اور قانون سلطنت مانا جائے۔ دوسری حکومت مقیدہ جسے حکومت مشروطہ بھی کہا جاتا ہے اس قسم کی حکومت میں حاکم پر شرائع اور قوانین ملک کا پابند ہونا لازم ہوتا ہے۔ تیسری حکومتِ جمہوریہ یعنی حکومت ایسی جماعتِ اشخاص کے ہاتھ میں ہو جنکو رعایا نے اپنا قائم مقام مقرر کیا ہو اور اُس جماعت کے لئے اُن قوانین کا اتباع فرض کر دیا ہو جو رعایا کی مرضی کے مطابق منضبط ہوئے ہوں اور حکمران جماعت پر فرض ہو کہ اُنہی قوانین کے موافق نظم ونسق سلطنت کا قائم رکھا جائے۔

اب میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ سنہ ۱ ہجری میں اوّل اوّل جزیرہ نمائے عرب میں جس حکومت کی بنیاد پڑی اور اسکے بعد اُس کا دائرہ اقتدار بہت وسیع ہوا ان اقسام ثلاثہ میں سے کس قسم میں داخل ہے۔ ظاہر ہے کہ واقعات ہی سے اس کا پتہ لگ سکتا ہے اور واقعات کا معلوم ہونا تاریخ کے مطالعہ پر منحصر ہے لہذا میں مستند تاریخی کتابوں سے جن کا بیان قابل اعتبار سمجھا جا سکتا ہے واقعات کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں زیادہ تر اپنا اعتماد تاریخ کبیر ابن جریر طبری پر رکھوں گا اس لئے کہ یہ دنیائے تاریخ میں اصح التواریخ مشہور ہے

دنیا سے رحلت کی اور اب قریش بخوف و خطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو ستانے لگے۔ اور اس حد تک نوبت پہونچی کہ آنحضرت[1] کے قتل کے قصد سے
ایک شب قریش نے آنحضرت کے مکان پر مجتمع ہونا شروع کیا۔ آنحضرت اس
قصد پر قریش کے مطلع ہوئے تو فوراً علیؑ بن ابیطالب کو جو آپ کے زیر تربیت تھے
بلایا اور جو امانتیں لوگوں کی آپ کے پاس تھیں علیؑ کو سپرد کیں اور فرمایا ان
کے مالکوں کو واپس کر دینا۔ اور پھر اس لئے کہ اگر کوئی دشمن جھانکے تاکے تو
سمجھے کہ محمد سو رہے ہیں علی[2] کو اپنی چادر اوڑھا کے اپنے بستر پر لٹا دیا۔ اور خود
خفیہ طریقہ سے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کی کیونکہ قبل ازیں موسم حج میں بعض
مدینہ والوں سے عہد ہو گیا تھا کہ اگر آنحضرت مدینہ میں تشریف لائیں تو ہم
اشاعت دین میں مدد دیں گے۔ خدا نے ادھر آنحضرت کو بخیریت مدینہ پہونچا
دیا اور ادھر علی کو بھی سفاک قریش کی تلواروں سے بچا لیا اور علی آنحضرت کے
[3] اہل و عیال کو بحفاظت ساتھ لیکر آنحضرت سے مدینہ میں جا ملے یہی واقعہ سنہ
ہجری کی ابتدا ہے۔ قریش نے جھنجلا کے مدینہ پر چڑھائیاں شروع کر دیں۔ قبائل
مدینہ اوس و خزرج وغیرہ آنحضرت کی نصرت پر تل گئے اور خدا نے علی کو بھی وہ
شجاعانہ قوت عطا کی جسکی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ قریش ہر یورش میں پسپا
ہوئے اور علی نے چن چن کر اکثر سرداران قریش کو ان معرکوں میں ہلاک کیا۔ ان ایام

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ [2] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۴۴ [3] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۵۲

ابوطالب ہی کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جب آپ کی عمر پچیس[1] برس کی تھی خدیجہ بنت خویلد سے آپ کا عقد ہوا اور خطبہ[2] نکاح بڑے شد و مد سے ابوطالبؑ نے پڑھا آنحضرت کی عمر چالیس[3] سال گذر رہی تھی کہ منجانب خدا آپ مبعوث برسالت اور بندگان خدا کی ہدایت پر مامور ہوئے۔ آپ نے قبیلہ قریش ہی سے ابتدا کی اور خدائے واحد کی پرستش اور نیک کرداری اختیار کرنے کی طرف رغبت دلائی اور ظاہر فرمایا کہ خدا نے مجھے منصب رسالت عطا فرمایا ہے قریش کے سرکش اشخاص کو یہ دعویٰ بہت ہی ناگوار ہوا اور اپنے خبث نفس سے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتے ہیں۔ نیز بری عادتوں کا چسکا جو صدہا برس سے پڑا ہوا تھا چھوٹنا دشوار تھا اور جاہلانہ حسد بھی نصیحت پذیری سے مانع تھا غرضکہ ان سرکش شیوخ کے ساتھ تمام قبیلہ قریش آنحضرت کا دشمن ہو گیا اور شریر لوگ طرح طرح کی اذیتیں آنحضرت کو دینے لگے۔ ابوطالب[4] نے بنی ہاشم کو غیرت دلائی کہ قریش کی کثرت سے مرعوب نہ ہو اور اپنے نیک سیرت بھائی محمدؐ کی حفاظت کرو چنانچہ باستثنائے ابولہب جو ابوسفیان کا داماد تھا اور سب بنی ہاشم نے آنحضرت کی پاسداری میں اپنی جانیں لڑا دیں اور سخت مصائب جھیلے۔ آنحضرت کی بعثت[5] سے دسواں سال تھا کہ ابوطالب نے

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۶ [2] خمیس جلد ۱ صفحہ ۲۹۹ [3] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ [4] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ [5] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۹

اس لئے عمدہ موقع تبلیغ کا تھا چنانچہ جناب شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا میں بحوالہ مستدرک حاکم یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے مجمع خاص وعام میں بکمال شرح وبسط سب کو نصیحتیں فرمائیں ازاں آنجملہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کتاب خدا اور اپنی عترت کو تم سب کی ہدایت کیلئے دنیا میں چھوڑے جاتا ہوں تم کبھی گمراہ نہ ہوگے اگر قرآن اور اہلبیت کا اتباع کروگے۔ اور اسی سلسلہ کلام میں تین بار حاضرین سے پوچھا کہ آیا تم جانتے ہو کہ میں مومنوں کے نزدیک اُنکی جانوں سے اولیٰ ہوں ہر بار سب نے اقرار کیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں اس اقرار کے بعد آنحضرت نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اُس کا مولا ہے۔

اس واقعہ کے بعد[1] تقریباً دو ماہ چوبیس روز آنحضرت دنیا میں رہے اور پھر وفات پائی۔ ابو مُویہبہ (آنحضرت کے آزاد شدہ غلام) روایت کرتے ہیں کہ ایک شب آنحضرت مجھے ساتھ لیکر بقیع میں تشریف لے گئے اور وہاں مجھ سے فرمایا کہ اُن مومنوں کے لئے جو یہاں مدفون ہیں دعائے مغفرت کرنے پر میں مامور ہوا ہوں چنانچہ آپ نے دعا کی اور قبروں کی طرف خطاب کرکے فرمایا اے اہل قبور تم کو مبارک ہو کہ تم اُن فتنوں سے محفوظ رہے جنمیں آج لوگ مبتلا ہیں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ روئے زمین کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں اور خدا نے مجھے اختیار دیا کہ چاہوں دنیا میں رہوں چاہوں اُسکے حضور میں حاضر ہوں۔ مگر میں نے اُسکے حضور ہی میں

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۰

میں آنحضرت کے چچا حمزہ اور ابن عم عبیدہ اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے مگر اُن سے زیادہ مشرکین قریش مارے گئے[۱]۔ آخر فتنہ قریش یوں دبا کہ سنہ ۸ ہجری میں آنحضرت نے مکہ[۲] کو فتح کیا اور علیؑ علمدار لشکر اسلام کا پرچم اُڑاتے ہوئے فاتحانہ داخل مدینہ ہوئے۔ اس وقت سرکش شیوخ قریش میں سے ابوسفیان و عکرمہ بن ابی جہل وغیرہما جو پہلے کی لڑائیوں میں قتل ہونے سے باقی رہ گئے تھے مقہور و مغلوب ہو کر آنحضرت کے حضور میں خائف و ترساں حاضر ہوئے اور عفو کی التجا کی آنحضرت کلمہ پڑھوا کر سب کو چھوڑ دیا۔ یہ لوگ "طلقا" یعنی غلام آزاد شدہ کہلائے اور اُن کے جاہلانہ تکبر کی اُنکو یہ سزا ملی۔ اس طرح قریش کے تدارک کے بعد آنحضرت نے شاہان روم و ایران کے پاس بھی ہدایت نامے بھیجے۔ قیصر روم نے تو شاہانہ انداز سے نامہ پڑھوا کر سنا اور سفیر کو بمدارات رخصت کیا لیکن بدبخت شاہِ ایران نے مقدس نامہ پھاڑ ڈالا اور بہت برہم ہوا۔

اس زمانہ میں یکے بعد دیگرے دور دور سے قبائل عرب کے وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اسلام قبول کرتے تھے چنانچہ بہت جلد تمام جزیرہ عرب کے قبائل مسلمان ہو گئے۔

سنہ ۱۰ ہجری میں آنحضرت نے حج کیا اور چونکہ یہ حج آخری تھا حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہوا۔ کثرت سے مختلف قبیلوں کے مسلمان آنحضرت کیساتھ تھے

---

۱ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۲ ۲ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۱۸

عنوان سے لوگوں کو اس آیت قرآن پر توجہ دلائی۔

تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين۔ سعادت ونعمات دار آخرت ہم اُن لوگوں کے لئے قرار دیتے ہیں جو (اپنے ہوائے نفس سے) روی زمین پر بڑا بننا نہیں چاہتے اور حسن انجام پرہیزگاروں ہی کا حصّہ ہے۔

جس روز بعد زوال آفتاب آنحضرت نے انتقال فرمایا اُسی روز کی صبح کا واقعہ ہے کہ آنحضرت[صلعم] ناگاہ سر پر رومال باندھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور بعد نماز صبح نمازیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو آگ بھڑکا دی گئی اور تیرہ و تار فتنے سامنے آ پہونچے۔ دیکھو مجھ کو کوئی گرفت نکرنا بخدا میں نے وہی حلال قرار دیا ہے اور وہی حرام قرار دیا ہے جسے قرآن نے حلال کیا ہے اور جسے قرآن نے حرام کیا ہے۔ جب آپ یہ فرما چکے حضرت ابوبکر نے کہا بفضلہ آج تو آپ اچھے ہیں میں اپنی بیوی کے یہاں سنخ میں جاتا ہوں۔ آنحضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور مسجد سے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور ابوبکر بھی اپنی بیوی کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوشنبہ ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کی تجہیز و تکفین کا سرانجام آپ کے اہل بیت

سنہ طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۶ سنہ طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۳

ہوتا اختیار کیا یہ فرما کر بقیع سے مراجعت فرمائی اور وہ مرض جسمیں آپنے وفات پائی شروع ہو گیا۔

اسی حالت مرض میں آنحضرت نے ایک لشکر ترتیب دیا جسمیں حضرت ابوبکر وعمر و دیگر بعض سربراوردہ اصحاب داخل تھے اور اس لشکر پر اپنے آزاد شدہ غلام زید کے نوعمر لڑکے اسامہ کو افسر مقرر کیا اور فوراً بتاکید شدید شام کیطرف روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ مگر باوجود اس کے کہ اسامہ نے مدینہ سے باہر نکلکے پڑاؤ ڈالدیا بڑے بڑے لوگ جو اس لشکر میں نامزد تھے لیت ولعل ہی کرتے رہے اور مدینہ سے باہر نہ نکلے اور اسامہ اُنکا انتظار کرتے رہے آنحضرت نے یہ معلوم کر کے پھر تاکید پر تاکید کی مگر کسی نے اثر نہ لیا۔

روز وفات سے تین روز پہلے کا یہ واقعہ ہے کہ جو اصحاب[۱] حاضر خدمت تھے اُن سے آنحضرت نے فرمایا کاغذ لاؤ تمھیں ایک ایسا نوشتہ دیدوں کہ پھر قیامت تک ضلالت سے محفوظ رہو مگر لوگوں نے یہ حکم بھی نہ مانا بلکہ بعض[۲] نے انتہائی جسارت سے کہدیا کہ شدت مرض میں بلا قصد یہ الفاظ آنحضرت کی زبان پر جاری ہو گئے ہیں۔ اور جو کاغذ لانے پر تیار ہوئے تھے اُن سے جھگڑنے لگے۔ آنحضرت کو یہ رنگ دیکھکر کہنا پڑا کہ میرے روبرو یوں لڑنا جھگڑنا تمھیں شایاں نہیں ہے یہاں سے چلے جاؤ۔ اس کے بعد کا ذکر ہے کہ آنحضرت نے ایک[۳] روز خاص

---

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۹۳ [۲] طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۳

سعد بن عبادہ اُنکا صدر انجمن ہے چنانچہ دونوں بزرگوار معاً اس راز کو چھپائے ہوئے خاموش مسجد سے نکلے اور جلد جلد سقیفہ کیطرف لپکے۔ راہ میں ابوعبیدہ بن الجراح کو بھی ساتھ لیلیا اور دوسے تین ہوگئے اور سقیفہ میں پہونچگئے۔

اہل مدینہ یعنی انصار نے سقیفہ میں سعد بن عبادہ خزرجی کو صدر بنایا تھا سعد نے جو افتتاحی تقریر کی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ تیرہ برس[۱] تک رسول اللہ نے مکّہ میں قریش کو ہدایت کی اور نصرت دین کی دعوت دی مگر نصرت کیسی قریش سختی سے آنحضرتؐ کی مخالفت برتتے رہے۔ پھر ہم ایمان لائے اور دین حق کی نصرت کی اور قریش کو عاجز ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہونا پڑا۔ آنحضرت ہم سے خوش دنیا سے گئے۔ باعتبار نصرت دین حکومت کے ہم مستحق ہیں نہ قریش حضرت ابوبکر وعمر وابوعبیدہ سقیفہ میں پہونچکر خاموش ایک طرف بیٹھ گئے تھے ان کو دیکھکر انصار میں سے ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا کیا تماشا ہے کچھ نا تواں لوگ رینگتے ہوئے یہاں آئے اور ہم نے حسن سلوک اُن سے پیش آئے آج وہی لوگ ہماری بیخکنی پر آمادہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو ہے اپنی ہی گود میں بھرلیں۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے سقیفہ کیلئے جو تقریر اپنے ذہن میں ترتیب دی تھی چاہا کہ کہہ چلوں مگر حضرت ابوبکر نے مجکو روک دیا اور نہایت نرمی و بردباری سے خود تقریر شروع کی۔ اولاً آغاز دعوت اسلام اور اوّل ایمان لانے والوں کا کچھ ذکر

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۷

اظہار کریں چنانچہ علیؑ بن ابیطالب[1] حسبِ وصیت اہتمامِ غسل و کفن میں مصروف ہوئے اس وقت آنحضرت کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ نے علیؑ ابن ابیطالب سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ میں بیعت کر لوں تاکہ پہلے ہی انتظام جانشینی ہو جائے حضرت علیؑ نے غسل و کفن کے اہتمام پر بیعت کو مقدم رکھنا گوارہ نہ کیا اور خلاف مصلحت سمجھا۔ اسوقت حجرۂ رسولؐ میں بنی ہاشم آنحضرت کی نعشِ اطہر کے گرد جمع تھے اور بیرون[2] حجرہ مسجد نبوی میں بعض صحابہ جنمیں حضرت عمر بن الخطاب بھی تھے حاضر تھے۔ آنحضرت کی خبر وفات مسجد میں پہونچی عموماً سب حاضرین پر حزن والم طاری ہوا مگر خصوصاً حضرت عمر دیوانہ بن گئے اور مسجد میں ہر طرف دوڑ دوڑ کر حاضرین سے یہ کہتے ہوئے پھرنے لگے کہ رسول اللہ نے ہرگز دنیا سے رحلت نہیں فرمائی۔ حضرت موسیٰ کی طرح میقات پر تشریف لیگئے ہیں۔ پھر آئیں گے۔ جو منافق یہ کہے کہ اُنھوں نے دنیا سے انتقال فرمایا وہ قتل ہوگا۔

حضرت ابوبکر بیرون مدینہ محلہ سنح میں تھے۔ روایت میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ کس نے جا کر اُن کو خبر دی کہ وہ بہت جلد تشریف لائے۔ حضرت عمرؓ ہنوز اسی حال و قال میں تھے۔ حضرت ابوبکر نے سمجھایا کہ واقعاً آنحضرت نے وفات پائی یہ سنتے ہی وہ حالت بیخودی رفع ہوگئی۔ پھر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے بطور راز کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار یعنی اہل مدینہ مجتمع ہوئے ہیں اور

[1] طبری ج ۳ ص ۲۰۲ [2] طبری ج ۳ از ص ۱۹۷ تا ص ۲۱۳

کرکے اظہار فخر کریں۔ جانے دو حکومت و خلافت قریش ہی کے لئے چھوڑ دو۔ اس پر
مجمع انصار میں سے یہ غلغلہ بلند ہوا کہ اچھا یہ ہے تو ہم علی کے سوا کسی کی بیعت نہ
کریں گے۔ یہ صدائیں سنکر حضرت عمر گھبرا گئے اور اچانک حضرت[۱] ابوبکر کے
ہاتھ میں ہاتھ دیدیا اور بیعت کرلی یہ دیکھکر اُسید بن حُضیر[۲] انصاری نے کھڑے ہوکر
یہ کہنا شروع کیا کہ اے قبیلہ اوس اگر قبیلۂ خزرج میں سے کوئی خلیفہ ہوگیا (یہ اشارہ
سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج کیطرف تھا) تو خوب سمجھ لو کہ خزرجی ہمیشہ تم پر
اپنی فضیلت جتایا کریں گے اور حکومت کے فوائد میں سے کچھ بھی تم کو نہ دیں گے
اُٹھو اور ابوبکر سے بیعت کرلو۔ اس فقرہ نے جماعت انصار میں پھوٹ ڈالدی
اور کچھ لوگ بیعت کرنے کو بیساختہ لپکنے لگے۔ (بخت و اتفاق کہئے یا کبھی بدی بات
سمجھئے) کہ یکایک قبیلہ اسلم کے منافق بدو[۳] جو حوالی مدینہ میں کملیاں تانے پڑے
تھے عین اس وقت پر اس طرح مدینہ میں گھس آئے کہ گلی کوچے اُن سے بھر
گئے اور وہ وحشی ہُلڑ مچاتے بیباکانہ سقیفہ کے مجمع میں داخل ہوگئے۔ حضرت

---

۱ طبری ج ۳ صفحہ ۱۹۸ ۔ ۲ طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۰ و صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۲ ۳ معتبر و مبسوط تفاسیر
میں آیہ و ممن حولکم من الاعراب منافقون و من اھل المدینہ مردوا علی النفاق کی تفسیر
میں لکھا ہے کہ حوالی مدینہ کے اعراب سے مراد قبائل اسلم و اشجع و غفار ہیں ۔ ۴ یہ حضرت ابوبکر کے خاص رفقا میں سے
تھے اور بڑی جوشیلی طبیعت کے تھے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت سے جو باب تیمم میں درج ہے ظاہر ہے ایسی بات
کا اس جگہ نقل کرنا میں خلاف تہذیب سمجھتا ہوں جو صاحب چاہیں صحیح مذکور ملاحظہ فرمائیں۔ الریاض
النضرہ میں ہے کہ اُسید بھی اُن لوگوں میں تھے جو حضرت عمر کے ساتھ بنت رسول اللہ کے گھر پر علی سے
بیعت کے لئے جھگڑا کرنے گئے تھے۔ ج۱ صفحہ ۱۶۷

کیا اور اُسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کہ آنحضرت کے وارث آنحضرت ہی کے خاندان
والے ہیں اے گروہ انصار تمہاری نیکیاں مسلّم مگر حکومت و خلافت کے مستحق
قریش ہی ہیں اور وہی باعتبار نسب اور جوار کعبہ میں رہنے کے اور شرف میں
تمام عرب سے برتر ہیں۔ میرے[۱] ساتھ یہ جو دو شخص عمرو ابو عبیدہ آئے ہیں ان میں
سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔ اسپر حُباب[۲] بن المنذر انصاری نے برہم ہوکر
اپنے گروہ سے کہا دیکھو اس موقع پر قریش کے مقابلہ میں تمہارے آپس میں پھوٹ
نہ پڑنے پائے ورنہ کام ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر نے
ایک تقریر کی جو قریب قریب حضرت ابوبکر کی تقریر کا اعادہ تھی۔ ابن المنذر
نے پھر انصار کو ہوشیار کیا کہ ہاں خوب مضبوط اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لئے
رہو۔ نہ عمر کی کوئی بات سنو نہ عمر کے ساتھیوں کی اور اگر یہ لوگ تمہاری بات
نہ مانیں تو ان کو اپنے ملک سے نکالدو۔ یہ سنکر حضرت عمر کو غصہ آگیا اور کہا کہ حُباب
تجھپر خدا کی مار۔ حُباب نے بھی لوٹ کر یہی جواب دیا۔ ابو عبیدہ نے فوراً سلسلہ کلام
کو اپنے ہاتھ میں لیلیا اور کہا کہ اے گروہ انصار سب سے پہلے تمھیں نے نصرت دین
کی اب سب سے پہلے تمھیں نہ بدل جاؤ اس وقت بشیر[۳] بن سعد انصاری کھڑے ہوگئے
اور اپنی قوم کو سمجھانے لگے کہ ہمنے جو دین خدا کی نصرت کی اُس سے رضاے ربّ
و طاعت نبی و ریاضت نفس ہمارا مقصود تھا نہ یہ کہ مال و جاہ دنیا حاصل

---

[۱] طبری ج ۳ ص ۲۰۱ [۲] طبری جلد ۳ ص ۲۰۹ [۳] اس رفاقت کے صلہ میں بشیر کا خاندان ہمیشہ مقرب بارگاہ خلافت رہا حتیٰ کہ انکا پوتا انکا ہمنام بشیر بن نعمان یزید کے عہد میں کوفہ کا گورنر تھا۔

گھوم گھوم کے مشہور کرنے لگے کہ ابو بکر خلیفہ ہو گئے سب کو
ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہیے۔ جو بیعت میں تامل کریگا
جماعت اہل اسلام میں تفرقہ ڈالنے کا مجرم قرار
پائے گا اور اس جرم کی سزا بھگتے گا۔ اول تو عوام الناس
کو اتنا ہوش کہاں کہ تحقیق کریں کیا ہوا کیونکر خلیفہ
ہوئے دوسرے ناگہانی ہربونگ تیسرے سانحۂ رحلتِ
نبی سے عالم دہشت و قلق سب پر طاری۔ بیعت لینے
والوں کا کام چل پڑا مضطرانہ تڑا تڑ بیعت ہونے لگی
کہ کسی طرح جلدی اس سے چھٹی ملے تو رسول اللہ
کی تجہیز و تکفین میں شرکت کا موقع پائیں غرضکہ
اس طرح گروہ کثیر عوام سے بیعت لے کر اور
اُن کو اپنا ہم عہد و حلیف بنا کر رسولخدا
کے دفن میں شرکت کو آئے اور پہونچتے ہی
یہ بحث چھیڑ دی کہ آپ کہاں دفن ہوں مسجد میں
یا اس قبرستان میں جہاں آپ کے اصحاب
دفن ہیں۔ (مقصد اس فضول نزاع سے یہ تھا کہ کوئی شخص

عمر فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے قبیلہ اسلم کو آتے دیکھا یقین ہوگیا کہ اب میدان جیت لیا۔ وہ بدو ہر طرف سے لوٹ پڑے اور جٹا جٹ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر ہاتھ مارنے لگے۔

سعد بن عبادہ جو بوجہ علالت اس مجمع میں لیٹے لیٹائے ایک محفوظ جگہ بیٹھے ہوئے تھے قریب تھا کہ اس جست وخیز میں کچل جائیں۔ سعد کے ساتھی چلائے کہ دیکھو شیخ کو کچلے نہ ڈالو۔ حضرت عمر غصہ میں بھرے ہوئے بیٹھے ہی تھے بلبلا کر اُبل پڑے اور للکارے کہ سعد کو مار ڈالو اسیر خدا کی مار اور پھر اسی غیظ وغضب میں خود رفتہ ہوکر بیمار سعد کے سر پر جا چڑھے اور کہا کہ جی چاہتا ہے یوں تجھے کچلوں کہ تیرا جوڑ جوڑ چور چور ہو جائے۔ رئیس قبیلہ خزرج کو اس بات کی تاب کہاں تھی اُسی حالت ضعف میں غضبناک ہوکر اُٹھ کھڑا ہوا اور ناگفتہ بہ دست درازی سے پیش آیا یہ ذلت انگیز حرکات دیکھکر حضرت ابوبکر فوراً لپکے اور سمجھا کے بیچ بچاؤ کر دیا۔ سعد نے نہایت پُر جوش لہجے سے کہا اگر بیمار نہ ہوتا تو دیکھتے کہ مدینہ کیونکر میرے نعروں سے گونج اُٹھتا ہے اور تم لوگوں کو ذلیل کر کے وہیں پہونچا دیتا جہاں سے تم خوار ہوکر آئے تھے اور یہ سب ہوائے ریاست تمھارے سر سے نکل جاتی پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مجھے یہاں سے اُٹھالے چلو چنانچہ وہ لوگ فوراً سقیفہ سے اُن کو لیگئے۔ (طبری ج ۳ صـ۲۰۸)

اسیوقت حضرت ابوبکر و عمر و ابوعبیدہ بھی سقیفہ سے نکل آئے اور مدینہ کی گلیوں

شہاب زہری سے واقعہ سقیفہ کے متعلق ایک مبسوط روایت منقول ہے اس روایت میں بیعت سے انکار کرنے والوں اور خلافت ابی بکر سے برہم ہونیوالوں میں امام حسن و امام حسین کا بھی نام لیا گیا ہے اس وقت میں یہ دونوں شاہزادے بہت ہی کم سن تقریباً چھ سات برس کے تھے تعجب ہے کہ انکو بھی تکلیف بیعت دی گئی۔ کتاب صواعق محرقہ جو علامہ ابن حجر مکی نے شیعوں کے رد میں لکھی ہے اُس میں اُنھوں نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ کے منبر پر بیٹھا ہوا دیکھکر امام حسن اور امام حسین جھپٹ پڑے اور مجمع کی صفوں کو چیرتے ہوئے منبر پر جا چڑھے اور حضرت ابوبکر سے کہا کہ ہمارے باپ کے منبر پر سے اُتر جاؤ حضرت ابوبکر نے پیار کرکے حسنین کو گود میں بٹھا لیا اور فرمایا کیا کروں لوگوں نے مجھے خلیفہ بنا دیا۔

علامہ ابوالمنصور عبدالقادر بغدادی المتوفی ۴۲۹ھ اپنی کتاب الفرق بین الفرق میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت منافقوں کو چھوڑکر اور سب مسلمان اصول و فروع دین میں ایک ہی طریقہ پر تھے پہلا خلاف جو اُن سے ظاہر ہوا اُن کا وہ اختلاف تھا جو آنحضرت کی موت کے متعلق اُن سے وقوع میں آیا۔ چنانچہ اُن میں سے ایک گروہ نے یہ زعم کیا کہ رسول اللہ نے وفات نہیں پائی بلکہ عیسیٰ کی طرح خدا نے اُن کو اُٹھا لیا ہے

اس کے پوچھنے کا موقع نہ پائے (کہ آخر یہ مسئلہ خلافت کیونکر طے ہوا) قصہ مختصر انہی خواہ مخواہ کے جھگڑوں میں رسولخدا کے دفن میں اس قدر تاخیر ہوئی کہ دوشنبہ کو قریب دو پہر دن چڑھے آپ نے وفات پائی تھی اور سہ شنبہ گذر کے نصف شب کے وقت آپ دفن ہوئے[۱] اب بنی ہاشم سے بھی بیعت کے لئے چھیڑ شروع ہوئی مگر حضرت علی اور اُن کے ساتھ[۲] تمام بنی ہاشم اور اُنکے رفقاء متعدد اصحاب رسول اللہ نے بیعت کرنے سے صاف انکار کردیا۔ تقریباً چھ[۳] مہینے تک بہت دار و گیر ہوئی جس کا تفصیل سے ذکر کرنا میرے نزدیک دل دکھانا ہے لیکن کسی نے بیعت نہ کی اسی مدت میں فاطمہ زہرا بنت رسولخدا نے دنیا سے رحلت کی اور بیعت چاہنے والوں کے اب اور بھی بالکل تیور بدل گئے اس وقت ناچار علی و بنی ہاشم اور اُن کے رفیقوں کو مصالحت سے رفع نزاع و خونریزی کا اہتمام کرنا پڑا۔ سعد بن عبادہ[۴] کے دل میں سقیفہ کے ہنگامہ سے کچھ ایسی نفرت بیٹھ گئی تھی کہ بیعت نہ کرنا تھی نہ کی آخر وہ اچانک قتل کر ڈالے گئے اور مشہور ہو گیا کہ جنگل میں جنوں نے اُن کو مار ڈالا۔ مناقب عشرہ مبشرہ میں جو کتاب الریاض النضرہ[۵] مشہور و معروف محدث محب طبری نے لکھی ہے اس میں

---

[۱] ودفن ليلة الاربعاء من وسط الليل ص۲۰۵ (طبری ج ۳ ص۲۵) [۲] طبری ج ۳ ص۲۰ [۳] طبری ج ۳ ص۲۰۳ [۴] فكان سعد لا يصلي بصلوتهم ولا يجمع معهم ويحج ولا يفيض معهم بافاضتهم فلم يزل كذلك حتى هلك ابوبكر (طبری ج ۳ ص۲۱۱) [۵] ج ۱ ص۱۶۷

وفات پائی بلکہ یہ جانا کہ حضرت موسیٰ کی طرح میقات پر یا حضرت عیسیٰ کی طرح آسمان پر تشریف لیگئے ہیں اور رجعت فرمائیں گے اور منافقوں کو قتل کرینگے. تو ایسا شخص ہر ہوشمند کے نزدیک اُتنا ہی احمق ہے جتنا حضرت عمر عقلمند مانے جاتے ہیں بیشک حضرت عمر کا یہ فعل کسی اہم مصلحت پر مبنی تھا حضرت ابوبکر کے یہ فرماتے ہی کہ واقعاً آنحضرت نے دنیا سے انتقال کیا. حضرت عمر کا دھڑسے زمین پر گرجانا اور پھر معاً ہوش میں آجانا اور چپکے سے اُنکو سقیفہ میں لیجانا اور وہاں حیرت انگیز پھرتی سے معرکہ سر کرنا اور وہاں سے نکلکر پیچیدہ تدبیروں سے مہم بیعت کو سرانجام دینا یہ سب ایسے واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ یا ام المومنین حفصہ اپنی دختر کے ذریعہ سے حضرت عمر کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ عباس بعجلت علی کو مسند خلافت پر متمکن ہوجانے پر آمادہ کر رہے ہیں. بس فوراً حضرت عمر کو یہ اندیشہ ہوا کہ بنی ہاشم اور اہل مسجد کہیں علی کے ہاتھ پر بیعت نہ کرلیں اور ہمارا منصوبہ یوں کا یوں ہی رہ جائے اسلئے یہ تدبیر نکالی کہ دیوانگی اختیار کی اور وفات نبی کے منکر ہو گئے یعنی جب نبی نے وفات ہی نہیں پائی تو کسی کو اُن کا خلیفہ اور جانشین بنانا کیسا. بڑی خیر ہوئی اسوقت حضرت علی اگر حضرت عباس کی رائے کے موافق بیعت لینا شروع کر دیتے تو یقیناً مسجد نبوی ہی میں بڑا کشت وخون ہوتا کیونکہ ابوالمنصور بغدادی کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ اسوقت مسجد میں کچھ اور

مگر یہ اختلاف اُسوقت زائل ہوگیا جب ابوبکر نے اِنکَ میت وانہم میتون
پڑھکر تنبیہ کی کہ جو محمد کو پوجتا ہے ہوشیار ہو جائے کہ محمد مرگئے اور جو خدا کو پوجتا
ہے مطمئن رہے کہ خدا ہمیشہ زندہ رہیگا۔"

قوم کے نزدیک حضرت عمرؓ فاتح مصر عراق و عجم مدبر اعظم و مرکز عالمؓ کی شان
رکھتے ہیں اور لیس من اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد کا
مصداق سمجھے جاتے ہیں اس ادعا کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ واقعہ ایک خاص
بوالعجبی ہے۔ کیونکر باور ہو سکے کہ باایں ہمہ جامعیت قرآن مجید تک بھی
آپ نے نہ پڑھا ہو اور وانک میت وانہم میتون اور اسکی مثل اور آیتوں پر
نظر نہ ہو۔ یا اسوقت سے تقریباً تین ماہ پیشتر حجۃ الوداع کے سفر میں آنحضرت کا
وہ خطبہ نہ سنا ہو جس میں آپ نے عنقریب اپنے دنیا سے رحلت کی طرف
اشارہ کیا تھا یا اس محل پر تصور درد مفارقت سے حضرت ابوبکر کا رونا نہ دیکھا
ہو یا اسکے بعد آنحضرت کا مرض شدید میں مبتلا ہونا نہ مشاہدہ کیا ہو یا اُن
وصیتوں کے انداز سے جو رسول اللہ نے اس حالت مرض میں کی تھیں
یہ نہ سمجھ سکے ہوں کہ یہ آخری وصیتیں ہیں۔ یا اسی شدت مرض میں حجرۂ
اُم المومنین عائشہ سے نوحہ و بکا کے ساتھ جو یہ صدا بلند ہوئی کہ آنحضرت نے
دنیا سے انتقال کیا اسکو غلط باور کیا ہو اگر باوجود ان تمام قرائن وقوع موت کے
کوئی شخص یہ سمجھ لے کہ درحقیقت حضرت عمر کو یقین نہیں آیا کہ آنحضرت نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کون پوجتا تھا۔ اور آنحضرت کس کے معبود بنے تھے یہ تعریض کیسی اور کیوں ایسا سخت حملہ مسلمانوں اور اُن کے نبی پر کیا گیا قابل افسوس ہے۔

رسول اللہ کا جنازہ دھرا ہوا اور اہلبیت سوگوار سر جھکائے اُس کے گرد بیٹھے ہوئے اور اصحاب رسول اللہ مدینہ کے گلی کوچوں میں یہ سب کچھ کرتے پھریں سخت حیرت انگیز واقعہ ہے۔ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ اہلبیت کی طرح سوگوارانہ جنازہ کے پاس بیٹھنے سے یہ بہتر تھا کہ جلد کوئی خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ فتنہ نہ اُٹھنے پائے مگر یہ عذر اس حالت میں صحیح ہوگا کہ جب رسول اللہ کو ایک ایسا بادشاہ فرض کر لیا جائے جسکے ارباب دربار سب نامہذب۔ بد اخلاق۔ لالچی فتنہ انگیز اور دنیا پرست ہوں۔ اور ہر ایک اُن میں سے اس تاک میں ہو کہ بادشاہ کے مرتے ہی میں تخت سلطنت پر بیٹھ جاؤں۔ اس صورت میں یہ عذر پیش نہیں ہو سکتا جبکہ رسول اللہ کے اہل دربار یعنی اصحاب کبار کو انصاف پسند و خوش اخلاق بھی مانا جائے مہذب بزرگوں سے اس سوء ظن کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ کے دفن و کفن کو چھوڑ کے حکومت حاصل کرنے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ مان لیجئے کہ گروہ انصار نے سقیفہ میں خلیفہ بنانے ہی کے لئے جماؤ کیا تھا مگر حضرت ابوبکر و عمر عین وقت پر وہاں پہونچ گئے تھے۔ انصار کو نہایت آسانی سے سمجھا سکتے تھے کہ عزیزان محترم افسوس ہے کہ ہمارے اور تمھارے محسن رسول اللہ

لوگ بھی سادہ لوحی یا حضرت عمر سے ہمساز ہونے کی وجہ سے حضرت عمر کے ہم آواز اور قوت بازو بنگئے تھے بلکہ بعض روایات میں یہانتک مذکور ہے کہ حضرت عمر نے تلوار کھینچ لی تھی اور مسجد میں ہر طرف دوڑ دوڑ کر کہتے پھرتے تھے کہ مار ڈالونگا اگر کسی کی زبان پر یہ آیا کہ رسول اللہ نے دنیا سے انتقال کیا۔

یہ بھی محل عبرت ہے کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر پر جو الفاظ دم کر کے اُنھیں ہوش میں لائے وہ الفاظ بھی پر اسرار ہیں اہل فہم واقف ہیں کہ الفاظ کے معانی پر اُنکے محل استعمال کا بھی بڑا اثر پڑتا ہے مثلاً اگر کوئی ذوق شعر رکھنے والا کسی برجستہ و دلکش شعر کو سن کر کہے "اُف مار ڈالا" تو یہ سمجھا جائیگا کہ اس کو یہ شعر بہت ہی پسند آیا اور اگر یہی الفاظ کسی ایسے شخص کی زبان پر جاری ہوں جس کے کپڑے جابجا سے نُچے ہوں اور مٹی کے دھبے بھی کہیں کہیں لباس اور جسم پر پڑے ہوں تو یہ سمجھ میں آئیگا کہ کسی نے اس شخص کو مارا پیٹا ہے۔ ایسے موقع پر حضرت ابوبکر کا بے دھڑک یہ کہنا کہ جو محمد کو پوجتا ہے محمد تو مر گئے اور خدا جو محمد کا بھی رب ہے حی و قائم ہے۔ اس سے یہ مفہوم بھی پیدا ہوتا ہے کہ ہوشیار ہو جاؤ محمد کا دور ختم ہو چکا اب تو خدا ہے اور اُسکا ملک جو بھی پا جائے۔ معہذا یہ بھی افسوسناک بات ہے کہ یہ الفاظ جو حضرت ابوبکر کی زبان سے نکلے آل محمد کے تازہ زخم پر نمک چھڑکنے والے تھے حالانکہ وہ سوگوار و غمزدہ اسوقت دیندارانہ تسلی اور شریفانہ تعزیت کے بدرجہ اتم مستحق تھے نیز یہ کہ آخر

صاف صاف کہدیا تھا" استبددتم علینا" یعنی تم لوگوں نے امر خلافت میں سراسر استبداد اور خود رائی سے کام لیا۔ اور حضرت ابو بکر کچھ اس الزام کا جواب نہ دے سکے اور کوئی صفائی نہ پیش کر سکے اس صورت میں اظہر من الشمس ہے کہ بدبختی سے جب بنائے حکومت ہی استبداد پر قائم ہوئی تو اس کو حکومت مستبدہ کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ جس تدبیر کی بنا غلطی پر ہو اگرچہ ابتدا میں کیسی ہی اسکی غلطی پوشیدہ رہے مگر زمانہ دراز گذرنے کے بعد ظاہر ہو کر رہتی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص چلتے چلتے راہ راست کو چھوڑ کر ذرا سا بھی کسی طرف مڑ جائے گو شروع میں اتنا مڑنا چنداں قابل اعتبار نہ ہو لیکن جوں جوں وہ مڑ جانے والا آگے بڑھیگا راستہ کی سمت سے دور پڑتا جائیگا اور غلطی نمایاں ہوتی جائیگی چنانچہ یہ حکومت چند قدم ہی آگے بڑھ کے کھلی ہوئی حکومت مستبدہ اور ملک عضوض بن گئی اور اسوقت تک یہ نحس سلسلۂ استبداد قائم ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج　　تا ثریا میرود دیوار کج

علامہ[۲] ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بحوالہ دار قطنی چند روایتیں نقل کی ہیں جنکا محصل یہ ہے کہ بنی تیم یعنی حضرت ابو بکر کے خاندان اور بنی عدی یعنی حضرت عمر کے خاندان کو عہد جاہلیت میں بنی ہاشم سے عداوت تھی مسلمان ہو کر

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۲ سنہ ۲۳ صفحہ ۳۳ واخرج ایضا عن علیؑ ان هٰذه الاٰیة نزلت فی هٰذه الابطون الثلاثة تیم وعدی وبنی هاشم وقال منهم انا وابوبکر وعمر ایضا

ہنوز دفن نہیں ہوئے اور انھیں چھوڑ کر ہم ان باتوں میں لگ جائیں آؤ
مسجد نبوی میں چلو اول رسول اللہ کے تجہیز و تکفین کے فرض کو ملکر ادا کرلیں پھر ہم
اور تم اور اہلبیت وہیں باہم مشورہ کرکے امر خلافت کو بھی طے کرلیں گے اور ابھی
چند گھنٹوں میں باحسن وجہ یہ دونوں فرض ادا ہو جائیں گے میں نہیں سمجھتا کہ گروہ
انصار اس مصلحت و مصالحت پر راضی نہ ہو جاتے۔ بگاڑ اور جھگڑا تو اس پر ہوا کہ
سقیفہ میں یہ کچھ ذکر نہ آیا اور یہ ہونے لگا کہ تم نہیں ہم خلیفہ ہونگے۔ اچھا اگر یہی ٹھان لیا
تھا کہ ابھی سقیفہ میں فیصلہ ہو جائے تو اصول و ضابطہ کی بات یہ تھی کہ کچھ مشکل نہ تھا
فوراً حضرت علی اور دیگر سربرآوردہ مہاجرین کو اطلاع دیدی ہوتی کہ آؤ یہ مسئلہ
درپیش ہے وہ لوگ آتے یا اپنا کوئی نمایندہ بھیجدیتے یا کچھ اور جواب دیتے۔

المختصر خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا یا برا ہو چکا اب دیکھنا یہ ہے یوں خلیفہ بنجانے کو
نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بموجب اصول حکومت جمہوریہ انتخاب ہوا نہ شرعی اصطلاح کے
موافق یہ کہہ سکتے ہیں کہ باجماع انتخاب ہوا۔ بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ بے سروپا ایک
کارروائی تھی جو بحث و اتفاق سے سرسبز ہو گئی۔ اور من بعد اسکے نہایت
مضر نتائج ظاہر ہوئے[۱]۔ اور کسی کا یہ کہنا ایک طرف خود حضرت عمر کو ماننا پڑا کہ
ابوبکر کی بیعت فلتۃً وقوع میں آئی تھی یعنی کسی مسلمہ قانون کے مطابق کوئی
باقاعدہ انتخاب نہ تھا اور حضرت علی نے بھی اسی وقت میں حضرت ابوبکر سے

[۱] طبری ج ۳ صفحہ ۲

کرتا ہوں کہ میں اور عثمان وطلحہ وزبیر بھی اُن لوگوں میں ہوں۔ یہ روایت بھی میرے دعوے کی مؤید ہے کہ ونزعنا ما فی صدورھم من غل عالم آخرت سے متعلق ہے اور نعمات جنت میں سے ایک نعمت ہے۔ معہذا یہ بھی قابل نظر ہے کہ حضرت علی نے عثمان وطلحہ وزبیر سے تو رفع کدورت کی تمنا کی مگر معاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وامثالھم کو اس آرزو سے محروم رکھا اور زیادہ نہ عرض کردنگا مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز۔ مختصر یہ ہے کہ واقعات اس قدر روشن ہیں کہ اس قسم کے پردے ڈالنے سے چھپ نہیں سکتے جب بنی امیہ کے دلوں سے عداوت نہ گئی تو اور کسی کے دلوں سے کیا جاتی بنی امیہ سے قریب تر رشتہ دار تو بنی تیم و بنی عدی نہ تھے اگر حضرت ابوبکر وعمر کی لڑکیاں آنحضرت کے گھر میں تھیں تو ابوسفیان شیخ بنی امیہ کی بھی لڑکی آنحضرت کے گھر میں تھی جس رشتہ سے معاویہ مسلمانوں کے ماموں بنتے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پرانی عداوتیں آنحضرت کے عہد میں چنداں نمایاں نہ ہونے پائیں اور آنحضرت بھی بمصلحت وقت درانداز یوں سے کچھ اعراض فرماتے رہے۔ احکام میں کسی نے دخل دیا ٹال دیا اور دوسرے عنوان سے کام کو سرانجام دیدیا میدان جنگ سے مجاہدین کا دل توڑنے اور حریف کا خیرخواہ بننے کے لئے کوئی بھاگ نکلا۔ کچھ کاوش

یہ عداوت دلوں سے نکل گئی چنانچہ آیت ونزعنا ما فی صدورھم من غل اسی کے متعلق نازل ہوئی ہے روایت کا یہ آخری ٹکڑا کہ یہ آیت بنی تیم و بنی عدی کی شان میں ہے۔ قابل تسلیم نہیں ہے کیونکہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل قرآن مجید میں دوجگہ ہے سورہ اعراف میں اور سورہ حجر میں۔ اور دونوں جگہ یکساں عنوان سے ہے یعنی جہاں یہ ذکر ہے کہ روز جزا صالحین جنت میں داخل ہونگے اور وہاں اُن کو یہ نعمتیں دیجائیں گی اُنہی نعمتوں میں اس نعمت کو بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ جو دلوں میں باہمد گر خفگیاں ہوں گی دھوڈالی جائیں گی اور وہ بھائی بھائی ہو کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے سورہ اعراف میں ہے اولئک اصحاب الجنۃ ھم فیھا خالدون ونزعنا ما فی صدورھم من غل تجری من تحتھم الانھر۔ اور سورہ حجر میں ہے ان المتقین فی جنٰت وعیون۔ ادخلوھا بسلٰم اٰمنین۔ ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سرر متقٰبلین۔ اب یہ تامل ملاحظہ ہو کہ سیاق کلام مطلق روایت کے اس ٹکڑے کی تائید نہیں کرتا اور نہ کسی مفسر نے اس آیت کی شان نزول یہ نقل کی جو روایت مذکورہ میں ہے۔ معہذا اسی صواعق محرقہ کے اسی صفحہ میں یہ روایت بھی نقل ہوئی ہے کہ حضرت علی نے ایک بار فرمایا کہ جن کے دلوں سے باہمی رنجش کے نکالڈالنے کا اس آیت میں ذکر ہے امید

آیت میں ہے۔ برحاشیہ تفسیر حسینی مطبوعہ مطبع احمدی ط۲۵

میرا تاریخی قیاس ہے کہ یہودی جو مدینہ وحوالی مدینہ میں بڑے بڑے مہاجن تھے وہ ان قبیلوں کو آپس میں لڑا لڑا کے فنا کرنے پر تلے تھے اور اپنے پاؤں پھیلانے کیلئے جگہ خالی کرنا چاہتے تھے خدا نے آنحضرت کی برکت سے اس تہلکہ سے ان قبائل کو نجات دی اور توفیق دی کہ وہ انصار رسول ہوئے۔ تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا کہ پھر اُس وقت سے ابتک کبھی اوس وخزرج میں باہمدگر جنگ وجدال کی نوبت آئی ہو افسوس کہ قریش نے ان کو بھی بتدریج پامال کیا اور واقعہ حرہ میں تو انتہائی ستم انصار پر کئے خونریزی ایک طرف اِن بیکسوں کی ابرو ریزی میں بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

علامہ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ سہیل بن عمرو جو شیوخ قریش میں ایک نامور شخص تھا اور معاملہ صلح حدیبیہ میں بھی بحیثیت وکیل قریش کے پیش پیش رہا تھا کسی بات پر ناخوش ہو کر اُس سے آنحضرت نے فرمایا اے گروہ "قریش" تم ہرگز اپنی شرارتوں سے باز نہ آؤ گے جب تک میں ایسے شخص کو تمہاری سرکوبی پر مامور نہ کرونگا جس کا قلب ایمان کے امتحان میں خدا کے نزدیک پورا اُتر چکا ہو وہی شخص تمہاری گردنیں مارے گا اور تم اُس سے شترمرغ کی طرح بھاگتے

نہ کی خود مخلصوں کو ساتھ لیکے اور صعوبتیں جھیل کے معرکہ سر کرلیا اور بقول ابن خلدون معجزات اور نزول ملائکہ کی دہشت سے بھی قریش مرعوب رہے لیکن آنحضرت کے بعد قریش نے جو ستم ڈھائے اظہر من الشمس ہیں۔ معرکہ سقیفہ، شورش عہد عثمانی حروب جمل و صفین اور واقعہ کربلا کامل شہادتیں اس کی موجود ہیں کہ کینہ کس طرح دلوں میں استواری سے قائم تھا۔ قرآن مجید میں اسی فتنہ وفساد کی طرف اشارہ ہے فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم۔ اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت ہو تو خرابی ڈالو ملک میں اور توڑو اپنے ناتے ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے پھر کردیا اُن کو بہرے اور اندھی اُنکی آنکھیں (ترجمہ شاہ عبد القادر دہلوی) تفسیر مدارک میں منقول ہے کہ مدینہ کے قبائل اوس وخزرج میں ایک سو بیس برس سے باہم گرجنگ وجدال کا سلسلہ قائم تھا اور پھوٹ پڑی تھی دونوں قبیلے آنحضرت کی نصرت میں جمع ہوگئے اور آپس کا لڑنا چھوڑ دیا آنحضرت کے ساتھ ہو کر قریش سے سرگرم جدال ہوگئے۔ ھوالذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والف بین قلوبھم۔ قرآن مجید میں اُنہی اوس وخزرج کی نزاع باہمی کے رفع ہونے اور آنحضرت کی نصرت پر متحد ومجتمع ہونے کا ذکر اس

اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو سمجھیں کہ کیسا ظلم کر رہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ دو برس تین مہینے دس دن خلیفہ رہے[1] اور ماہ جمادی الآخرہ ۱۳ھ میں شب سہ شنبہ کو مابین وقت مغرب و عشاء وفات پائی۔

آپ نے عین شدت مرض الموت[2] میں حضرت عثمان کو تخلیہ کے بعد بلا بھیجا اور اُن سے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ عہدنامہ ابوبکر بن ابی قحافہ کا ہے بحق اہل اسلام بس اتنا لکھانے پائے تھے کہ غشی نے حواس معطل کر دیے حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھکر جلدی سے عہدنامہ کو خود یہ عبارت لکھکر پورا کر دیا کہ "میں نے تم پر اپنا جانشین عمر بن الخطاب کو مقرر کیا اور تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی و کمی نہیں کی" حضرت ابوبکر کو اتنے میں غشی سے افاقہ ہوا حضرت عثمانؓ سے فرمایا ہاں کیا لکھ چکے ہو پڑھکر مجھے سناؤ حضرت عثمان نے جو کچھ لکھا تھا پڑھکر سنا دیا حضرت ابوبکر نے کہا اللہ اکبر اور حضرت عثمان سے فرمانے لگے دیکھتا ہوں تم نے یہ خیال کیا کہ کہیں اس غشی میں میرا دم نہ نکل جائے اور مسلمانوں میں اختلاف پڑ جائے حضرت عثمان نے عرض کیا ہاں مجھے یہی خیال ہوا حضرت ابوبکر نے فرمایا خدا تم کو

[1] طبری ج ۴ ص ۴۲ و ۴۲۶ [2] طبری ج ۴ ص ۵۲ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۴۲
[3] طبری ج ۴ ص ۵۱

پھر وگے حضرت ابوبکر نے پوچھا وہ شخص میں ہونگا آنحضرت نے فرمایا نہیں حضرت عمر نے پوچھا میں ہونگا فرمایا نہیں وہ شخص دیکھو وہ ہے جو میرے نعلین ٹانک رہا ہے اُس وقت حضرت علی ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے آنحضرت کے نعلین کو سی رہے تھے (جلد ۱ مطبوعہ مصر)

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب قریش نے اپنی بیہودگیوں کو نہ چھوڑا اور آنحضرت حق وعظ وپند ادا کر چکے تو علی نے بحکم خدا ورسول جہاد پر کمر ہمت چست باندھی اور بدر واحد وغیرہ مردآزما معرکوں میں قریش کا خوب ہی سر کچلا اسی وجہ سے قریش ہمیشہ علیؑ سے جلتے رہے اور پھر قریش سو اتفاق سے جب قوت پا گئے تو انھوں نے علی سے کینہ کشی میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی۔

حضرت علی کے کچھ مقولات "الف کلمہ" کے نام سے ۱۳۲۹ھ ہجری میں بیروت میں طبع ہوئے ہیں از انجملہ یہ بھی ہے آپ نے فرمایا جتنا کینہ قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا وہ سب قریش نے مجھ سے نکالا اور میرے بعد میری اولاد سے نکالتے رہیں گے قریش کیوں مجھسے برسر پرخاش ہیں میں نے جو بھی اُن میں قتل وقمع کیا خدا اور اُس کے رسول کے حکم سے کیا۔ کیا اُس شخص کو جس نے خدا ورسول کی اطاعت کی ہو یہی صلہ دیتے ہیں جو قریش مجکو دے رہے ہیں۔

شخص کو خلیفہ بنا کر چھوڑتا ہے جو اُن سب سے بہتر ہے۔ طبقات ابن سعد مطبوعہ لیڈن کی روایت میں ہے کہ اس جلسہ میں حضرت علیؑ بھی طلحہ کے ساتھ آئے تھے اور دونوں نے حضرت ابوبکر سے یہ کہا تھا کہ تم نے عمر کو خلیفہ بنایا ہے خدا کو کیا جواب دوگے۔ المختصر حضرت عمر جانشین ہوئے دس برس چھ مہینے چار دن حکومت کی اور ماہ ذی الحجہ کے آخری دنوں میں ۲۳ھ میں وفات پائی۔ اظہر من الشمس ہے کہ اس عنوان سے خلیفہ ہونا تو سراسر استبداد ہے اسمیں کسی قسم کی تاویل وتسویل کی گنجائش ہی نہیں۔

مغیرہ بن شعبہ کے غلام ابولولو نے جب حضرت عمر کو خنجر مارا اور زخم کاری لگا۔ اُمید زیست نہ رہی تو بعض ہمنشینوں نے کہا کہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے نہیں مقرر کیا اور ابوبکر نے مقرر کیا تھا لہذا میرے لئے دونوں راہیں کھلی ہوئی ہیں جو راہ چاہوں اختیار کروں طبقات ابن سعد میں یہ واقعہ یوں مذکور ہے

عن سماک ان عمر بن الخطاب لما حضر قال ان استخلف فسنة والا استخلف فسنة توفی رسول اللہ ولم یستخلف	سماک سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے اپنی وفات کیوقت فرمایا کہ اگر میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کروں تو بھی سنت ہے اور اگر نہ مقرر کروں تو بھی

طبری جلد ۳ صہ ۱۹۶

اسلام واہل اسلام کی اس خیر خواہی کی جزائے خیر دے اور اُسی طرح
اُس دستاویز ولیعہدی کو لفظ بہ لفظ قائم رکھا۔ طبری کی دوسری روایت
میں ہے کہ اس سے قبل بصیغہ راز حضرت ابو بکر حضرت عثمان سے فرما چکے
تھے کہ میں اب عمر کو خلیفہ مقرر کرونگا اور اشارۃً یہ بھی بتا دیا تھا کہ عمرؓ تم کو
خلیفہ بنائیں گے لہذا غشی میں حضرت عمر کا نام لکھ دینا کوئی محل تعجب
نہیں ہے۔ خیر مختصر یہ کہ دستاویز ولیعہدی کے لکھے جانے کے بعد عبدالرحمٰن
بن عوف ملنے[1] آئے تو حضرت ابو بکر نے اُن سے فرمایا عمر کو ولیعہد مقرر
کرنے پر تم سب پھولے ہوئے نظر آتے ہو اور ہر ایک شخص تم میں سے
یہی چاہتا ہے کہ میں خلیفہ ہو جاؤں کیونکہ اب دنیا کی دولت نے خلافت
کی طرف رخ کر دیا ہے۔ یک نہ شد دو شد عبدالرحمٰن کے بعد طلحہ[2] آپہونچے
اور کہنے لگے آپ نے عمر کو خلیفہ مقرر کیا ہے آپ کے جیتے جی تو
مخلوق خدا کے ساتھ اُن کا جیسا سلوک تھا وہ آپ نے دیکھا ہی
اور آپ کے بعد جب خود مختار ہونگے تو ظاہر ہے جو سلوک کرینگے یہ سنکر
حضرت ابو بکر غصہ میں بھر گئے اور کہا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ اور کہا تم لوگ
مجھے خدا سے ڈراتے ہو میں اُس سے صاف کہدونگا کہ تیری مخلوق پر میں نے اُس

[1] طبری ج ۴ صہ ۵۲

[2] طبری ج ۴ صہ ۵۴

راشد ان یشرع طریقة غیر ما کان علیه النبی صلی الله علیه و آله و سلم. و اقتداء لیس هو التقلید بل هو غیره کما حققناه فی شرح نظم الکافل فی بحث الاجماع (ص۳۸ مطبوعہ مجتبائی)

رسول اللہ نے اختیار فرمایا ہو دوسرا طریقہ قائم کرے۔ رہا مسئلہ اقتدا ظاہر ہے کہ اقتدا اور چیز ہے اور تقلید اور چیز ہے جیسا کہ ہم نے شرح نظم الکافل بحث اجماع میں ثابت کیا ہے

رسول اللہ کے بعد اُن کے احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے کہ چنداں دشوار نہ تھی واقعات تو یہ ہیں کہ رسول اللہؐ کی زندگی میں ایسا ہوتا تھا حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں علامہ نووی کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "آخر زمانہ حیات میں رسول اللہؐ نے فرمایا کاغذ لاؤ ایک ایسا نوشتہ تم سب کو دیدوں کہ میرے بعد کبھی تم گمراہ نہ ہو مگر اس مصلحت سے کہ مبادا رسول اللہؐ کوئی ایسی بات لکھدیں جس پر عمل کرنا مشکل ہو اور نیز اس مصلحت سے کہ ہمارے اجتہاد کا دروازہ کھلا رہے حضرت عمرؓ نے کاغذ کسی کو پیش کرنے نہ دیا" اور بہت سے ایسے ہی واقعات ہیں مگر طول فضول ہے لہذا نقل سے اعراض کرتا ہوں۔ الحاصل حضرت عمرؓ نہ سنت رسول اللہ پہ چلے نہ ابوبکر کی سنت پہ

و توفي ابو بكر فاستخلف الخ (طبقات ابن سعد ج ۳ حالات حضرت عمرؓ ص۲۷۴)

سنت ہے کیونکہ رسول اللہ نے نہیں مقرر کیا تھا اور ابوبکر نے مقرر کیا تھا

فعل رسول اللہؐ تو سنت تھا ہی مگر تعجب ہے کہ اُسکے خلاف جو حضرت ابوبکر کا فعل ہو اُس کو سنت قرار دیا گیا ہے علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر الیمنی بلوغ المرام کی شرح سبل السلام میں روایات علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث اور اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر و عمر نقل کرنے کے بعد افادہ فرماتے ہیں کہ

ليس المراد من سنة الخلفاء الراشدين الا طريقتهم الموافقة لطريقته صلى الله عليه واله وسلم من جهاد الاعداء وتقوية شعائر الدين ونحوها فان الحديث عام لكل خليفة راشد لا يخص الشيخين ومعلوم من قواعد الشريعة ان ليس لخليفة

سنت خلفاء راشدین سے خلفاء کا وہی طریقہ مراد ہے از قبیل جہاد وتقویت شعائر دین وغیرہ جو رسول اللہؐ کے طریقہ کے موافق ہو کیونکہ حدیث عام ہر خلیفہ راشد کے لئے ہے ابوبکر و عمر سے مخصوص نہیں ہے اور قواعد شریعت سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ خلیفہ راشد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اُس طریقہ کے خلاف جو

یا عبدالرحمٰن عثمان کو منتخب کرینگے باقی رہے طلحہ و زبیر اگر وہ میرے موافق بھی ہوئے تو مجھے کچھ مفید نہ ہوگا۔ غیر قصہ مختصر عثمان یا عبدالرحمٰن انہی دو میں سے ایک خلیفہ ہوگا" (ان قواعد شوریٰ میں یہ ایک خاص تدبیر مضمر تھی کہ یا تو علی اُس فریق کے انتخاب میں دم نہ ماریں گے جسمیں سعد و عبدالرحمٰن و عثمان ہوں گے یا قتل کئے جائیں گے) الحاصل یہ درد واقعہ سنکر حضرت عباس نے حضرت علی سے بتاسف فرمایا۔ تمنے اس معاملہ میں اب تک میری کوئی بات نہ مانی مگر خیر اب یہ یاد رکھو کہ ان اہل شوریٰ کی کوئی بات بجز اسکے کہ وہ تمکو خلیفہ تسلیم کریں ہرگز نہ ماننا۔ اور اس گروہ سے خوب ہوشیار رہنا یہ شروع سے ہمکو حکومت و خلافت سے علحدہ کرتے چلے آرہے ہیں اور اغیار کو ہم پر حکمران بنا رہے ہیں اور بخدا اب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بغیر جنگ و جدال تم حکومت نہ پاؤ گے ان سے یہ صلح و آشتی کچھ مفید نہ ہوگی۔ حضرت علیؑ نے فرمایا ذرا میں عثمان کو یہ سب باتیں اور یاد دلا لوں اگر پھر بھی یہ رنگ رہا تو یہ لوگ میرا وہ طرز عمل دیکھیں گے جو ان کو بہت شاق ہوگا۔[1]

المختصر بعد وفات و تجہیز و تکفین حضرت عمر اہل شوریٰ نے اپنا پہلا اجلاس کیا اور اس جلسہ میں عبدالرحمٰن بن عوف نے اول ہی اول یہ مسئلہ

---

[1] طبری ج ۵ ص ۳۵

بلکہ یہ نیا طریقہ اختیار فرمایا کہ عبدالرحمن بن عوف و عثمان و زبیر و سعد بن ابی وقاص و علی و طلحہ باہمدگر مشورہ کرکے اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنالیں اور یہ ضابطہ قرار دیا کہ اگر پانچ متفق ہوں اور ایک اختلاف کرے یا چار متفق ہوں اور دو اختلاف کریں تو اِن اختلاف کرنیوالوں کے سر کاٹ ڈالے جائیں اور اگر تین تین برابر متفق ہوں اور ہر فریق اپنے میں سے ایک کو انتخاب کرے تو ہمارے بیٹے عبداللہ کو حکم قرار دیا جائے اور اگر عبداللہ کو حکم بنانا پسند نہ ہو تو اُن تین کا منتخب کیا ہوا خلیفہ تسلیم کیا جائے جنہیں عبدالرحمن ہوں اور دوسرا فریق اگر اختلاف پر بدستور قائم رہے تو قتل کر ڈالا جائے[1]

یہ خونخوار قواعد شوریٰ سنکر حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ حضرت علی نے کہا۔ "لیجئے اس مرتبہ بھی حکومت ہمسے نکل گئی۔ حضرت عباس نے فرمایا آخر تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا؟ حضرت علیؑ نے کہا میرے ساتھ مستحقین خلافت میں عثمان کو بھی قرار دیا ہے اور قاعدہ یہ مقرر کیا ہے کہ جدھر کثرت رائے ہو وہی منتخب ہو اور اگر رائیں برابر برابر ہوں تو جن انتخاب کنندوں میں عبدالرحمن بن عوف ہوں اوہی کا انتخاب مسلم ہو۔ اب سن لیجئے سعد اپنے برادر عم زاد عبدالرحمن کے خلاف نہوں گے اور عثمانؓ عبدالرحمن میں رشتہ دامادی ہے ایک دوسرے کے برخلاف نہ ہوگا یا تو عثمان عبدالرحمن کو

[1] طبری ج ۵ ص ۳۵

دو روز تک سرداران لشکر وغیرہ سے جو حاضر دار الخلافۃ تھے ملتے جلتے
رہے اور صلاح و مشورہ کرتے رہے اور حضرت علی و عثمان سے بھی علحدہ علحدہ
خلوتوں میں گفت و شنید کی تیسرے روز بعد نماز صبح باستثنائی طلحہ جو
ہنوز سفر سے واپس نہ آئے تھے باقی اہل شوریٰ مسجد نبوی میں مجتمع ہوئے
اور دیگر نمودار اشخاص اور موجودہ سرداران لشکر بھی فیصلہ سنانے
کیلئے بلا کر بٹھائے گئے۔ عبدالرحمٰن نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے
اس انتخاب کے متعلق رائے دو۔ سعید بن زید نے کہا آپ ہی شایانِ خلافت
ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا مجھے چھوڑ کر رائے دو عمار بن یاسر نے کہا کہ اگر تم یہ
چاہتے ہو کہ اہل اسلام اختلاف و تفرقہ سے محفوظ رہیں تو علی بن ابی طالب
کے ہاتھ پر بیعت کر لو۔   رائے کی تائید کی اور کہا کہ عمار نے سچ کہا
اگر تم علی کے ہاتھ پر بیعت کر لو تو ہم سب مطیع و منقاد ہیں۔ یہ سنکر جماعت
بنی امیہ میں سے ابن ابی سرح نے کہا کہ اگر یہ منظور ہے کہ قریش اختلاف
نہ کریں تو عثمان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ عبداللہ بن ربیعہ نے اس رائے
کی تائید کی اور کہا کہ عثمان کی بیعت کر لو تو ہم فرمان پذیر ہیں۔ عمار نے ابن
ابی سرح کو دشنام دیکر کہا تو کب مسلمانوں کا خیر خواہ تھا جو آج بنتا ہے
پھر بنی ہاشم اور بنی امیہ میں گفتگو ہونے لگی اور اس درمیان میں عمار بول
اٹھے کہ خدا نے جس نبی کی بدولت ہمکو بزرگی و کرامت اور دینداری کی

پیش کیا کہ اہل شوریٰ میں سے کون ایسا ہے کہ خود خلیفہ ہونا نہ چاہے اور اسکے عوض میں یہ اختیار لینا چاہے کہ تم میں سے جسکو وہ افضل سمجھے اسکو خلیفہ بنا دے سب اہل شوریٰ خاموش رہے اور اس سوال کا کسی نے کچھ جواب نہ دیا اسپر عبدالرحمن نے خود ہی کہا کہ لو میں خلافت و حکومت اختیار کرنے سے دست بردار ہوتا ہوں۔ حضرت عثمان نے فرمایا میں سب سے اول راضی ہوں یعنی تمکو خلیفہ منتخب کرنے کیلئے مختار کرتا ہوں

اوس وقت سعد و زبیر بھی بول اوٹھے کہ ہم بھی راضی ہیں مگر حضرت علیؓ خاموش رہے عبدالرحمن نے کہا ابو الحسن آپ کیا کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ پہلے مجھسے تم یہ عہد کرو کہ ضرور حق کو اختیار کروگے اور اپنے ہوائے نفس کی پیروی نہ کروگے اور اس انتخاب میں قرابتمندی کی خصوصیت کو دخل نہ دوگے اور امت کی خیرخواہی میں کمی نکروگے۔

عبدالرحمن نے کہا تم سب بھی مجھ سے یہ عہد کرو کہ تم بمقابلہ اوس شخص کے جو میرے فیصلہ کو نہ مانیگا اور بدل جائیگا میرا ہی ساتھ دوگے اور جسکو میں منتخب کروں گا اسکی خلافت پر راضی ہو جاؤگے اور لو میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں خصوصیت قرابتمندی کو دخل نہ دونگا اور مسلمانوں کی خیراندیشی میں کمی نہ کروں گا چنانچہ طرفین میں عہد و پیمان ہو گئے۔ اور اس طرح عبدالرحمن اہل شوریٰ کیطرف سے مختار کار بنکر

اور مارا گیا) پھر عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان کو بلا کر ان سے بھی یہی تقریر
کی کہ مطابق قرآن وسنت وسیرت شیخین عمل کرنیکا عہد کرو حضرت عثمان نے
اقرار کر لیا، عبدالرحمٰن نے فوراً حضرت عثمان کے ہاتھ پر بیعت کر لی
حضرت علیؑ نے یہ دیکھکر فرمایا۔ عبدالرحمٰن تمنے بھی زمانہ کی طرح عثمان
ہی کو عطیہ دیا۔ یہ کچھ نیا دن نہیں ہے کہ تم لوگوں نے باہمگر سازش کر کے
ہم پر چڑھائی کی ہو یہی ہوتا آیا ہے۔ فصبر جمیل واللہ المستعان
علے ما تصفون۔ بخدا تم نے آج عثمان کو اس نیت سے خلیفہ بنایا ہے
کہ کل وہ تم کو خلیفہ مقرر کرینگے مگر تمھیں کیا علم کہ کل اقتضائے مشیت
الٰہی کیا ہو۔ کل یوم ھو فی شان۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ علی اپنی جان
کو جھگڑے میں نہ ڈالو میں غور کر چکا ہوں اور لوگوں سے مشورہ لے چکا
ہوں۔ لوگ عثمان کے سوا دوسرے کو نہیں چاہتے۔ حضرت علی یہ کہتے
ہوئے سیبلغ الکتاب اجلہ[۱] اس جگہ سے ہٹ آئے۔ مگر مقداد
نے کہا اے عبدالرحمٰن خدا کی قسم تو نے اوس شخص کو چھوڑ دیا جو الذین
یقضون بالحق وبہ یعدلون کا مصداق ہے۔ جس کے احکام ہمیشہ
حق اور عدل پر مبنی ہوتے ہیں۔ عبدالرحمٰن نے کہا واللہ میں نے مسلمانوں
کے حق میں بہت کوشش کی ہے۔ مقداد نے کہا کہ اگر خالصًا لوجہ اللہ

---

[۱] نوشتۂ تقدیر ہو کر رہیگا۔

یہ عزت عطا کی تم لوگ اوسی نبی کے اہل بیت سے خلافت کو کہاں نکالے ہوئے لئے جاتے ہو۔ ایک شخص نے بنی مخزوم ہے بدرشتی عمار سے کہا ابن سمیہ تو اپنی حد سے بڑھ چلا تجکو معاملہ امارت قریش میں کیا دخل قریش کو اختیار ہے اپنے میں سے جسکو چاہیں خلیفہ بنائیں۔ سعد بن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن کو آواز دی کہ قبل اسکے کہ لوگ آپسمیں مبتلائے فتنہ ہوں معاملہ کو ختم کر کے فراغ حاصل کرو۔ عبدالرحمٰن نے کہا میں نے غور کرلیا ہے اور مشورہ کرچکا ہوں تم لوگ جھگڑے میں نہ پڑو یہ کہنے کے بعد حضرت علیؑ کو بلایا اور اُن سے کہا خدا کو حاضر و ناظر جانکر عہد کرو کہ مطابق کتاب خدا اور سنت رسول خدا اور سیرت ابوبکر و عمر لازمی طور پر تم کاربند ہو گے۔ حضرت علی نے خدا اور رسول کے احکام پر عمل کرنے کا تو اقرار کیا مگر ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلنے سے انکار کر دیا کہ تقلید کیسی میں خود مجتہدانہ اپنے مبلغ علم و طاقت کے موافق عمل کرونگا (بیدین خارجی ربیعہ بن ابی شداد الخثعمی نے بھی حضرت علیؑ کے آخر دور حکومت میں آپسے کوفہ میں کہا تھا کہ کتاب خدا و سنت رسول خدا اور سنت ابی بکر و عمر کے اتباع کا اقرار کرو تو میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں آپنے اُس احمق سے فرمایا کہ بدبخت ابوبکر و عمر کتاب خدا و سنت رسول خداؐ کے متبع نہ ہوں تو خود وہ دونوں باطل کی پیروی کرنے والوں میں شمار ہونگے مگر اس فہمائش پر بھی وہ نہ مانا اور بیعت نہ کی لڑا اور

ہیں دنیا سے انتقال کیا۔

اب میں انداز حکومت کی تحقیق شروع کرتا ہوں کہ خلفاء کا انداز حکومت کیا تھا اور کن اصول پر مبنی تھا۔ اس سلسلہ میں ہر دور خلافت کے کچھ واقعات بقدر ضرورت میں نقل کروں گا۔ اُمید ہے کہ اون واقعات سے بآسانی انداز حکومت کا پتہ چل جائیگا۔ اِن واقعات کے نقل میں بھی اِسی التزام کو میں قائم رکھونگا جو اب تک قائم ہے اور بدستور تاریخ کبیر طبری ہی کو ماخذ معین کئے رہونگا۔ کل الصید فی جوف الفرا۔

بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے ہی دن جو خطبہ حضرت ابوبکر نے مجمع اہل اسلام میں ارشاد کیا وہ نہایت معنی خیز ہے۔ آپنے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا کہ میں بھی بس ایک شخص مثل تمھارے ہوں اسلئے میں یہ نہیں خیال کرتا کہ شاید تم لوگ مجھے کسی ایسے امر کی تکلیف دو جسکو رسول اللہ ہی کر سکتے تھے۔ خدا نے اونکو تمام عالم میں سے برگزیدہ کیا تھا اور تمام آفات سے بچایا تھا۔ میں متبع ہوں مبتدع نہیں ہوں۔ یعنی میرا کام صرف اتباع و پیروی شارع ہے۔ اپنے ہوائے نفس سے کچھ نیا طرز عمل اختیار کرنے کا یا کوئی قانون ایجاد کرنے کا مجھے کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ پس اگر میں سیدھا سیدھا راہ راست پر چلوں تو تم میری متابعت کرو اور اگر کجی اختیار کروں تو مجھے راستی پر لاؤ۔

اور نیت صافی سے سعی کی ہے تو منجانب اللہ تم ثواب تحسین کے مستحق ہوگے
اور اسی تقریر کے ساتھ مقداد نے یہ حسرت خیز الفاظ اپنی زبان پر جاری
کئے "میں نے کسی خاندان پر وہ مصیبتیں پڑتے نہیں دیکھیں جو رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آنحضرت کے خاندان پر پڑیں۔ مجکو قریش پر تعجب ہے
کہ ان لوگوں نے ایسے شخص کو چھوڑ دیا کہ جو باعتبار علم و عدل سب سے افضل
ہے۔ کاش مجھے اس معاملہ میں ناصر و مددگار ملجاتے تو بخدا جو کچھ میں کرتا
اُسکو تم لوگ دیکھتے۔ عبدالرحمن نے کہا مقداد خدا سے ڈرو مجھے خوف ہے
کہ کہیں تم پر فتنہ وفساد نہ اُٹھ کھڑا ہو۔ کسی نے مجلس شوریٰ کے ایک گوشہ
سے مقداد پر تحسین وآفرین کی اور پکار کر کہا رحمك الله من اهل هذا
البيت ومن هذا الرجل۔ مقداد اس رفاقت اہل بیت ومحبت علی
کا خدا تمھیں اجر دے۔ حضرت علی نے فرمایا لوگوں کی نظریں قریش کی
طرف ہیں اور قریش اپنی فکر میں لگے ہیں اور آپس میں کہہ سن لیا ہے کہ اگر بنی ہاشم
میں سے کوئی خلیفہ ہونے پایا تو پھر کبھی حکومت اون کے خاندان سے باہر
نہ جائیگی اور اگر ماورائے بنی ہاشم قریش میں سے جس گھرانے میں بھی
حکومت ہوجائیگی تو پھر ہم آپس میں باری باری اُس سے فائدہ اوٹھاتے رہینگے
المختصر عثمان خلیفہ ہوئے چند روز کم بارہ برس حکمراں رہے اور ۳۵ھ میں

سلہ یہ کل واقعات طبری ج ۵ مین ۲۳ھ لغایت ۳۵ھ تک قصہ شوری کے ماتحت درج ہیں

جب یہ سنا تو فرمایا نہیں اُسی طرح خدمتگزار رہونگا۔ ابتدا ابتدا میں آپ
باوجود کار خلافت بازار میں مال تجارت کی گٹھری لاد کر بھی لیجاتے تھے
اور روزی حاصل کرتے تھے چند روز کے بعد بعض خوشامدیوں نے کہا کہ
اب تو یہ زیبا نہیں معلوم ہوتا آپ نے نہایت مسکینی سے کہا کہ پھر کھاؤں کیا چنانچہ
بیت المال سے آپ کا وظیفہ مقرر ہوگیا اور اُس بار سے سبکدوش
ہوگئے۔ چھ ہزار درہم سالانہ وظیفہ پانے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ کا یہ پہلا خطبہ جو نقل کیا گیا اسکے مطالب عالیہ کو
ذہن نشین کیے ہوئے واقعات دور خلافت پر نظر تدبر لازم ہے۔

رسول اللہؐ نے اپنے آزاد شدہ غلام زادہ اسامہ بن زید کو اکثر
مہاجرین وانصار پر جنمیں حضرت ابوبکر و عمر بھی تھے امیر مقرر فرما کر حکم دیا تھا
کہ اس لشکر کے ساتھ نواح فلسطین میں گشت لگائیں۔ لشکر میں جو نمودار
لوگ داخل کئے گئے تھے وہ اسامہ کی امیری سے کچھ کبیدہ ہوئے مگر آنحضرتؐ
نے نہیں مانا اور اصرار کیا تھا باوجود اسکے کہ آپ مبتلاے مرض الموت
تھے برابر جیش اسامہ کی روانگی کے متعلق تاکید فرماتے رہے[۵۱]۔ لیکن آنحضرتؐ
کی زندگی میں روانگی جیش اسامہ وقوع میں نہ آئی جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ
ہوئے تو آپ نے سب کاموں سے پہلے روانگی لشکر اسامہ کا حکم دیا مگر

۵۱۔ طبری ج ۳ ص ۱۸۴

یہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ اتنے دنوں تک تم میں رہے اور پھر وفات پائی مگر خفیف سے خفیف بھی کسی کو ناواجب اذیت پہونچانے کا مظلمہ آپکے ذمہ عائد نہ ہو سکا اور ہر الزام سے آپ بری الذمہ رہے۔ لیکن تمکو آگاہ رہنا چاہئے کہ میری حالت یہ ہے کہ شیطان پیچھے لگا ہوا ہے اور مجھپر وہ قابو پا جاتا ہے اسلئے جب مجھے اثر شیطان سے متاثر پانا تو مجھسے پرہیز کرنا اور دور رہنا۔ لہ اسکے علاوہ بھی حضرت ابو بکر نے اس وقتیں بہت کچھ اہل اسلام کی رضاجوی میں کوشش کی مثلاً یہ کہ ہمیشہ آپکا دستور تھا کہ محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ دوھ دیا کرتے تھے جب خلیفہ ہوئے تو ہمسایہ کی کسی لڑکی نے کہا لو اب کا ہے کو ہماری بکریاں دوہیں گے اب تو وہ خلیفہ ہو گئے آپنے

لہ یا ایھا الناس انما مثلکم وانی لا ادری لعلکم ستکلفونی ما کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یطیق ان اللہ اصطفی محمدا علے العالمین وعصمہ من الآفات وانما انا متبع ولست بمبتدع فان استقمت فتابعونی وان زغت فقومونی وان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبض ولیس احد من ھذہ الامۃ یطلبہ بمظلمۃ ضربۃ سوط فما دونھا الا وان لی شیطانا یعترینی فاذا اتانی فاجتنبونی۔ الخ

طبری ج ۳ ص ۲۱۱ سلہ

بطریق مشایعت ساتھ ساتھ پیادہ پا چلے اور آپ کا کوتل مرکب عبد الرحمن بن عوف لئے ہوئے ہمراہ رہے - اسامہ نے کہا سوار ہو لیجئے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ چاہتا ہوں راہ خدا میں پیادہ چلکر اجر حاصل کروں پھر اسامہ سے یہ التجا کی کہ اگر عمر کو میرے پاس چھوڑ جانے سے میری مدد کرنا مناسب سمجھو تو چھوڑتے جاؤ اسامہ نے منظور کیا اور حضرت[1] ابوبکر کے ساتھ حضرت عمر نے بھی حد ترخص سے مراجعت فرمائی - اور داخل مدینہ ہوئے اودھر جیش اسامہ رہگرای منزل مقصود ہوا۔

یہ پہلا واقعہ دور خلافت کا ہے اور بادی النظر میں اسکی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر اتباع شارع علیہ السّلام کو بلا قید مصلحت وقت یکساں واجب جانتے تھے اور جو کوئی اون کے اس خیال کے خلاف ذرا بھی دم مارتا تھا وہ کیسا ہی رفیق کیوں نہو اوس سے نہایت درشتی سے پیش آتے تھے - لیکن خود بھی حسب الحکم رسول اللہ داخل جیش اسامہ تھے کیوں باختیار خود رہ گئے اور لشکر کے ساتھ تشریف نہ لیگئے اور حضرت عمر کو خلاف حکم رسول اللہ کے اسامہ سے کیوں مانگ لیا یہ سب پھر وہی استبدادی رنگ ہے -

بعد روانگی جیش اسامہ حضرت ابوبکر مشکلوں اور پریشانیوں میں گھر گئے بیان کیا گیا ہے کہ قبائل اسد و طی اور غطفان بسر گروہی طلیحہ مجتمع ہوئے

١ طبری ج ٣ ص ٢١٢

سو اتفاق سے اسوقت یہ حالت پیدا ہوگئی تھی کہ کلاً یا جزءً ہر ایک قبیلہ میں عرب میں وہ برہمی پھیل گئی جسکو ارتداد سے تعبیر کیا گیا اور منافق کھل کھیلے آنحضرت کی وفات اور دشمنوں کی کثرت اور اپنی قلت کیوجہ سے مسلمان یوں پریشان تھے جیسے برسات کی اندھیاری راتوں میں بھیڑ ونکا گلہ متوحش ہو۔ اسحالت کو دیکھتے ہوئے لوگوں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ لشکر اسامہ میں تمام چیدہ چیدہ مسلمان ہیں آپ ان کو ایسے نازک وقتمیں باہر بھیجے دیتے ہیں۔ عرب کی یہ حالت ہے کہ آپ سے قطع تعلق کر بیٹھے مناسب نہیں ہے کہ یہ جماعت اہل اسلام یعنی جیش اسامہ آپکے پاس سے ہٹے۔ حضرت ابوبکر نے قسم کھا کر کہا کہ اگر مجھے یہ بھی گمان ہو کہ درندے مجھے اوچک لے جائیں گے تو بھی اوسی طرح جس طرح رسول اللہ کا حکم ہے اس لشکر کو بھیجنے سے باز نہ رہونگا۔

حضرت عمر نے عرض کیا کہ انصار کہتے ہیں کہ اسامہ کی جگہ کسی مرد سن رسیدہ کو مقرر فرما دیجئے یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر بے تحاشا بڑھے اور حضرت عمر کی ڈارھی پکڑ لی اور فرمایا ابن خطاب تیری ماں تیرے غم میں روئے مجھے رائے دیتا ہے کہ رسول اللہؐ کے مقرر کئے ہوئے امیر کو معزول کردوں [1] الحاصل لشکر اسامہ روانہ ہوا اور حضرت ابوبکر

[1] طبری ج ۴ ص ۲۱۲

پر سوار ہوکر دشمن کیطرف روانہ ہوئے - حریف وہاں سے تاکہ بندی دیکھکر پہلے ہی
چل کھڑے ہوئے تھے - حضرت ابوبکر نے تعاقب کیا - یکایک دشمنوں کی
ایک جماعت نے کمینگاہ سے نکل کر یہ عجیب حرکت کی کہ مشکوں میں پہلے سے
ہوا بھر رکھی تھی تعاقب کنندہ شتر سواروں کے مقابل پہونچکر ان مشکوں
کو پاؤں سے دبانا شروع کیا اور ان سے بھیانک صدائیں نکلنا شروع ہوئیں
اونٹ بھڑکے اور سواروں کو لیکر مدینہ کیطرف ایسا بھاگے کہ روکے نہ رکے
مگر خیریت یہ گذری کہ کوئی سوار گرنے نہ پایا اور کسینے کوئی چوٹ نہ کھائی -
دشمنوں کے گروہ میں سے دریدہ دہن خطیل بن اوس نے اس واقعہ پر مضحکہ
اوڑایا اور اشعار کہے جنمیں سے بعض اشعار کا محصل مضمون یہ ہے - بنی ذبیان کی
اوس شب کی کارگذاری پر جس شب ابوبکر حملہ آور ہوئے میرا ناقہ و زین
قربان ہو - پھر عجیب و غریب مقابلہ در وگردانی کا ذکر کرکے کہتا ہے - ہم رسول
اللہ کے فرمان پذیر رہے جبتک وہ ہم میں رہے - اب بندگان خدا کو ابوبکر
سے کیا واسطہ ہے - کیا یہ بھی غضب ہوگا کہ ابوبکر کے مرنے کے بعد بکر کا
ہمکو موروثی مملوک بننا پڑیگا - ایسا ہوا تو خدا کی قسم ہماری کمر ہی ٹوٹ
جائیگی -

غرضکہ اس واقعہ سے حریفوں کے دل بڑھ گئے اور انہوں نے ذی القصہ
کی چھاونی میں اپنی اس کارروائی کی خبر پہونچا دی یہاں دوسرے ہی روز

اور دو حصوں میں منقسم ہو کر ایک حصے نے بمقام ذی القصہ چھاؤنی ڈالی اور دوسرا حصّہ بمقام ابرق اکر ٹھہرا اور اُنھوں نے وفود مدینہ میں بھیجے جو سر برآوردہ اشخاص کے یہاں مدینہ میں پہونچکر مہمان ہوئے۔ مگر عباس بن عبدالمطلب نے انہیں سے کسی کو اپنا مہمان نہ بنایا۔ خیر پھر یہ ہوا کہ میزبانوں نے انہیں حضرت ابوبکر کے پاس لیجا کر یہ مسئلہ پیش کیا کہ یہ لوگ فرض نماز ادا کرنے کے سوا فرض زکاۃ ادا کرنے پر راضی نہیں ہیں حضرت ابوبکر نے اسکے جواب میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ اونٹ کے پاؤں کی رسی بھی مجھے دینے سے انکار کریں گے تو انپر جہاد کرونگا۔ وہ لوگ یہ جواب صاف سنکر اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگئے اور اپنے قبیلہ والوں سے یہ ماجرا جا کر بیان کیا اور یہ بھی خبر دی کہ مدینہ میں مسلمانوں کی بہت ہی کم جمعیت ہے جس سے اون لوگوں کی جرأتیں بڑھ گئیں[1]۔ جو مسلمان مدینہ میں مختلف محلوں میں رہتے تھے حضرت ابوبکر نے بخوف دشمن انکو مسجد نبوی میں مجتمع رکھنا تجویز کیا۔ اور علی و طلحہ و عبداللہ بن مسعود آبادی مدینہ کے ناکوں پر حفاظت کے لئے گئے۔ وفود کو رخصت ہوئے تین دن گذرے تھے کہ شب کے وقت دشمن مدینہ پر چڑھ آئے۔ محافظین نے فوراً اطلاع دی۔ حضرت ابوبکر نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم سب اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔ خود اہل مسجد کو ہمراہ لیا اور اونٹوں

---

[1] طبری ج ۳ ص۲۲۱ و ص۲۲۳

بهذا الا الفتنۃ وانك واللہ طال ما بغیت علی الاسلام شرا لاحاجۃ لی فی نصیحتك۔ مگر حضرت علی نے ابوسفیان کو جھڑک دیا اور فرمایا واللہ سوا فتنہ برپا کرنے کے اس سے اور کچھ تمہارا مقصود نہیں ہے اور اسیطرح اسلام پر ہمیشہ تم شرانگیزی کی تاک میں لگے رہے ہو۔ مجھے تمہاری رفاقت وخیرخواہی کی کوئی حاجت نہیں ہے[1]۔ ادہر حضرت علی کیطرف سے یہ جواب صاف ملا اودہر حضرت ابوبکر کی طرف سے یہ پیغام پہونچا کہ تمہارے فرزند کو والی بنا دیا گیا ابوسفیان راضی ہوگئے یہ مفصل ذکر کہ ابوسفیان کے کونسے فرزند اور کہاں کے والی وامیر مقرر کئے گئے ابھی ترتیباً ایک دو صفحہ کے بعد آئیگا۔

مثل اس واقعہ کے ایک دوسرا واقعہ خالد بن سعید بن العاص کا پیش آیا یہ بزرگ یمن میں آنحضرتؐ کے وقت سے عامل صدقات تھے[2]۔ آنحضرت کے بعد ابوبکر خلیفہ ہوئے مگر خالد بن سعید کچھ خبر نہ ہوئے اور کہیں ایک ماہ گذرنے کے بعد مدینہ میں آئے۔ اتفاق سے حضرت علی اور حضرت عمر ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ خالد وہاں دیبا کا جبہ پہنے ہوئے پہونچے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھتے ہی اپنے پاس والوں کو للکارا کہ اس جبہ کو پہاڑ ڈالو یہ مسلمان مردوں کا لباس نہیں۔ چنانچہ لوگ جھپٹ گئے اور جبہ نوچ کر پھینک دیا۔ خالد یہ رنگ دیکھکر

---

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۲ و صفحہ ۲۰۳۔ [2] طبری ج ۳ صفحہ ۲۶۴

حضرت ابوبکر ترتیب کیساتھ جمعیت اہل مدینہ کو لیکر نکلے میمنہ پر نعمان بن مقرن کو اور میسرہ پر عبد اللہ بن مقرن کو اور ساقہ پر سوید بن مقرن کو افسر مقرر کرکے دشمنوں پر دھاوا کیا اور ان کو ذی القصہ وابرق وربذہ سے نکال دیا۔ اور وہ لوگ طلیحہ سے جو بزاخہ میں تھا جا ملے[1]

اب یہ ہوا کہ فی الجملہ کچھ مال صدقات اطراف سے دار الخلافہ میں آنے لگا اور کچھ اوپر دو مہینے سفر میں رہنے کے بعد جیش اسامہ بھی مدینہ میں واپس آیا۔ اور چندے اس لشکر کو رفع تکان سفر کا موقع دیا گیا[2]۔ اس دو ماہ میں مدینہ میں چند ہولناک واقعات پیش آئے۔ از انجملہ زیادہ خوفناک یہ واقعہ تھا کہ ابوسفیان جو قریش میں مشہور رہا اثر شیخ تھے وارد مدینہ ہوئے اور اُنھوں نے حضرت ابوبکر کی خلافت سے اظہار نفرت میں بہت سی درشت کلامیاں کیں۔ حتیٰ کہ کہا "مالنا ولابی الفصیل" اور حضرت علی سے کہا "اباحسن ابسط یدك حتی ابایعك۔ واللہ لئن شئت لاملأنها علیه خیلا ورجالا۔"

ابوالحسن ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ... ے بیعت کروں۔ بخدا اگر چاہو تو مدینہ کو سواروں اور پیادوں سے پُر کردوں گا۔ فزجره علیؑ وقال انك واللہ ما اردت

---

[1] طبری ج ۳ ص ۲۲۳ ، ۲۲۴ ، ۲۲۵ [2] طبری ج ۳ ص ۲۲۵

اِن سے پوچھا کہ راہ میں عرب کو کس حال میں پایا اُنہوں نے بیان کیا کہ
وبا سے لیکر یہاں تک چھاونیاں پڑی ہوئی ہیں ۔ لوگوں میں جا بجا اسکا
چرچا پھیلا ۔ حضرت عمر[1] خود ابن العاص کے سلام کو آئے اور بعد سلام و
کلام حضرت ابوبکر کے پاس واپس گئے روایت میں کچھ نہیں بیان ہوا ہے
کہ حضرت عمر سے اور عمرو بن العاص سے کیا بات چیت ہوئی لیکن ابن
العاص کی خودداری قابل نظر ہے کہ سفر دور و دراز سے آئے تھے اور
ایسی ایسی ضروری اخبار لائے تھے پھر بھی خلیفہ وقت سے نہ ملے حتی کہ خود
حضرت عمر کو اونسے ملنے جانا پڑا ۔ اور اسپر بھی ابن العاص حضرت عمر
کیسا تھ حاضر دربار خلافت نہ ہوئے مگر بعد کے واقعات میں چونکہ مذکور
ہے کہ عمرو بن العاص نہایت تواضع و تکریم سے بہت جلد پھر عمان کیطرف
بھیجدئے گئے اور وہاں اونکی دربار خلافت سے کما ینبغی دلجوئی ہوتی رہی
اس سے معلوم ہوا کہ وہ رضامند کر لئے گئے ۔ اسی زمانہ پر شور میں یہ تفرقہ
انداز واقعہ بھی پیش آیا کہ قریہ فدک جو بغیر سعی مجاہدین رسول اللہ کو ملا تھا[2]
اُسپر حضرت ابوبکر نے قبضہ کر لیا رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ زہرا نے بہت کچھ
فریاد کی لیکن حضرت ابوبکر نے قبضہ نہ اُٹھانا تھا نہ اُٹھایا اس محرومی سے

[1] ۔ واقبل عمر بن الخطاب یرید التسلیم علی عمرو × × × × فسلم
علیہ ثم انصرف الی ابی بکر ۔ طبری ص ۲۱۳۱ سنہ ۱۱ھ ج ۳ صفحہ ۹۸

حضرت عمر تو کچھ نہ بولے مگر حضرت علی سے کہا - ابوالحسن کیا تم کو اور بنی عبد مناف کو مغلوب کر کے لوگ حکومت پر متصرف ہو گئے - حضرت علی نے فرمایا آخر تم کیا دیکھ رہے ہو یہ حکومت تغلبی ہے یا خلافت - خالد نے کہا اے بنی عبد مناف خلافت و حکومت کیلئے تم ہی اولی ہو - قبل اسکے کہ حضرت علی اس کا کچھ جواب خالد کو دیں حضرت عمر خالد سے کہنے لگے خدا تیرے منھ کو کچلے - ہمیشہ کا جھوٹا - جھوٹ بک رہا ہے اور اپنی جان کو مبتلائے ضرر کر رہا ہے بعد ازاں حضرت عمر نے یہ تمام قصہ حضرت ابوبکر سے دہرایا روایت میں کچھ مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے کیا جواب دیا - بعد چندے جب حضرت ابوبکر نے خالد کو ایک لشکر پر امیر مقرر فرمایا تو حضرت عمر نے سخت مخالفت کی اور وہ سب واقعہ یاد دلایا لیکن حضرت ابوبکر نے عمر کا کہنا نہ مانا اُسوقت مقرر کر ہی دیا[1] پھر جب کچھ زمانہ قیام خلافت کو گذر چکا تو معزول کر دیا اور چند روزہ معزولی کے بعد پھر مامور فرمایا - اسی زمانہ آغاز دور خلافت میں مثل ان دو واقعات کے یہ تیسرا واقعہ پیش آیا کہ عمرو بن العاص نواح عمان سے مراجعت کر کے وارد مدینہ ہوئے - یہ آنحضرت کے آخر زمانہ حیات میں وہاں عامل صدقات مقرر ہو کر بھیجے گئے تھے - بعد وفات آنحضرت قبائل عرب کی برہمی دیکھکر مدینہ میں چلے آئے - اہل مدینہ نے

---

[1] طبری ج ۴ ص ۲۶

کا بہانا تھا مگر تھی سلطنت کہ گھر والے ہی ملک کے وارث ہوئے۔[51]

اور شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی عادت کے موافق بیاکانہ درشت کلامی سے یوں داد دل شکنی دیتے ہیں کہ در عنایت اولی مقرر بود کہ ہیچگاہ حضرت مرتضیٰ و اولاد او تا دامان قیامت منصور شوند × × × × × دہر دعوت بخود کند و سر بقتال برآرد مخذول و مقتول گردد[52]

اسرار قضا و قدر پر مطلع ہونا اور لوح محفوظ کا پڑھنا تو معلوم مگر دیکھنا یہ ہے کہ انداز شماتت کسقدر بیباکانہ ہے۔ خفاش کیطرح آفتاب سے گریز اور اہلبیت سے ستیز چنداں مستبعد و درخور ملامت نہ سہی یہاں تو دل کا غبار ایسا نکالا کہ تا دامن جلال جہاں آفریں رسید۔ یعنی خدا ہی نے مقرر کردیا تھا کہ بنت رسول فدک۔ علی حکومت نہ پائیں حسنؑ کو زہر دیں حسینؑ کو پیاسا ذبح کریں۔ سقیفہ پرداز بے خطا۔ جعدہ اور اُسکے ہمراہی بے قصور یزید شراب خوار بیجرم اور اُسکے اعوان و انصار بیگناہ۔ اہل بیت پر یہ عنایت کیوں اور قریش پر یہ شفقت کسلئے کہ وہ تا دامان قیامت مخذول و مقتول ہوتے رہیں اور یہ نشان فتح کا پرچم اوڑاتے میدان حشر تک جائیں۔ یہ کچھہ نہ لوح محفوظ میں پڑھا گیا نہ الہام ہوا خیر کشف و کرامات کو اسی جگہ چھوڑئیے روایت و درایت کو لیجئے زمانہ حال کے مشہور و معروف مورخ

---

[51] اکلیل الکرامۃ نواب صدیق حسنخان ملاحظہ طلب [52] ازالۃ الخفا

جناب فاطمہ زہرا اس درجہ متاثر ہوئیں کہ باوجود اسکے کہ حضرت ابوبکر سوتیلے نانا اور بڑے بوڑھے تھے ان سے کلام کرنا ترک کر دیا[51]۔ اور اسی رنج و قلق کی حالت میں یہ پر درد جملے بیساختہ زبان پر آگئے ہیں۔

صبت علیّ مصائب لو انہا　　صبت علی الایام صرن لیالیا[52]

یعنی باپ کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ جانا۔ شوہر کا ہجوم مخالفت سے تنگ آکر خانہ نشین ہو جانا۔ آزوقہ کا ضبط ہو کر ناداری و بیکسی کی حالت میں مبتلا ہونا۔ اور بیعت لینے کیلئے آئے دن گھر پر چڑھائیوں سے دن رات بچوں کا ہولنا یہ ایسی مصیبتیں یکلخت مجھ پر پڑیں کہ اگر فی المثل روز روشن پر پڑتیں وہ شب تار ہو جاتے۔

ہر وہ شخص جسمیں انسانیت کی کچھ بھی جھلک ہے یقیناً اس قدسی صفات بی بی کے حزن سے دردمند ہے مگر کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو پہلو میں دل کی جگہ پتھر دھرے ہوئے ہیں۔ اور اشاروں اور کنایوں ہی میں سہی شماتت سے باز نہیں آتے۔ مثلاً ابن تیمیہ حرانی کے شاگرد حافظ ابن قیم یوں زخم پر نمک چھڑکتے ہیں کہ واللہ اعلم اہل بیت سے بعد رسول اللہ حکومت نکل جانے اور علی کے فرمانروا نہ ہونے بلکہ ابوبکر و عمر و عثمان کے خلیفہ بنجانے میں یہ راز ہے کہ مبادا اہل باطل کو یہ خیال و شبہ نہ ہو جائے کہ رسالت

---

[51] ج ۳ صفحہ ۲۰۲ [52] مدارج النبوۃ۔

آمدنی تو پہلے ہی اہل بیت پر حرام کر دی تھی رہا خراج ملک و خمس سب پر حتی کہ فدک پر قریش نے قبضہ کر لیا اور عام مسلمانوں کی وجہ معیشت رقم صدقات ٹھہر گئی بس اب اہلبیت ہے اور عالم بیکسی

ایک[1] سید صاحب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو کہیں اس سے اعلی و ارفع ہے دنیا میں کوئی دانا و مدبر بھی ایسا نہیں کرتا کہ جن لوگوں کے پیارے قرابتداروں اور نامور سرداروں کو اُسنے قتل کیا ہو اور انتقامی جذبات سے جنکے دل پُر ہوں اون دشمنوں کو پوری مالی و ملکی قوت دے دے اور اُن کے بیچ میں اپنی اکلوتی بیٹی اور ننھے ننھے نواسوں کو اس حالت میں کہ نان شبینہ کو محتاج ہوں چھوڑ کر خود ہمیشہ کیلئے دنیا سے رحلت کر جائے۔ گویا دشمنوں سے کہہ جائے کہ ہاں لو یہ تمہارا شکار ہیں۔ تمام گریز کی راہیں بند ہیں اور نہ انمیں ہاتھ پاؤں ہلانے کی طاقت ہے۔

جب سفر فلسطین سے واپس آنے کے بعد کچھہ دنوں تک جیش اسامہ آرام کر چکا اور علاوہ اس لشکر کے کسیقدر اور سپاہ بھی عمرو بن العاص وغیرہ کی کوشش سے مہیا ہو گئی۔ اور قبائل عرب کی شورشیں زیادہ بڑھ رہیں تو حضرت ابو بکر نے گیارہ امیر لشکر خالد بن الولید۔ عکرمہ[2] بن ابی جہل۔

[1]۔ یہ پرلطف تقریر ابن ابی الحدید نے پوری نقل کی ہے میں نے بعض جملوں کا اس جگہ ترجمہ لکھدیا ہے

جناب شبلی نعمانی تک پر ثابت ہو چکا ہے[۱] کہ یہ عقیدہ کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے اور انسان بمنزلہ شمشیر قاتل صرف ایک آلہ کار کی حیثیت رکھتا ہے ظالموں کے ایما سے ایجاد کیا گیا ہے میرے نزدیک ظالم دشمنان اسلام نے جو خوش ہو کہ بیک کرشمہ دو کار کی رعایت بھی ملحوظ رکھی ہے ایک یہ کہ مسلمان بدنام ہوں کہ وہ ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جس سے افعال قبیحہ سرزد ہوتے ہیں اور پھر یہ ظلم بھی کرتا ہے کہ اُن افعال کو اوروں کے سر تھوپ کے اُسکو خود ہی سزا بھی دیتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اہلبیت نبوی پر ظلم کئے گئے اور اس جور و ستم سے مسلمانوں کے دلوں میں ظالموں کی طرف سے نفرت پیدا ہوگئی ہے اس فریب سے وہ نفرت دلوں سے دور ہو جائے اور ظالموں کو مطمئن ہو کر حکمرانی نصیب ہو۔ ابن تیمیہ وغیرہ کے خوشہ چین کبھی یہ عذر بدتر از گناہ بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ کا فیض عام ہونا چاہیئے یہ منصب رسالت کی شان نہیں ہے کہ فدک بیٹی کیلئے خاص کر دیں۔ مگر یہ کہنے والوں کو ادھر نظر نہیں کہ رسول اللہ نے بقول حضرت ابوبکر الائمۃ من قریش فرما کر خلافت یعنی ساری دنیا کی دولت و حکومت اپنی ہی قبیلہ والوں کیلئے تا دامان قیامت تک خاص کر دی اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو اس سے محروم کر دیا۔ زکاۃ و صدقات کی

---

[۱] شعر العجم جلد ۴۔

کو سر کرنے کے بعد خالد کو جو لوٹ میں ملا اُس مال و دولت کو دیکھ دیکھ کر لشکر خالد کی آنکھیں کھل گئیں۔ ہزار ہا برس کے جمع کئے ہوئے خزانہ کسریٰ ہی کیا نہ تھا۔ خالد نے بعد فتح و بجہ مال و جمالِ عجم کو دیکھکر جو خطبہ اپنے لشکر کو سنایا اُسوقت کی حالت پر مطلع ہونے کیلئے اوس خطبہ پر غور لازم ہے۔ فرماتے ہیں۔ کیا تم لوگ[1] نہیں دیکھتے اس فراوانی روزی کو خدا کی قسم اگر یہ بھی نہوتا کہ جہاد دعوت اسلام ہمیں لازم ہے اور صرف اکتساب معاش مقصود ہوتا تو بھی مقتضای عقل و رائے یہی تھا کہ ہم اس سرسبز و شاداب سرزمین پر متصرف ہوئے بغیر نہ رہتے اور گرسنگی و افلاس انہی کو سونپ دیتے جو ہمارا ساتھ نہ دیکر خاک مذلت پر بیٹھے رہے ہیں"۔ بظاہر یہ آخری فقرہ انہی بزرگانِ محترم پر تعریض ہے جو ابن ابی جہل و ابن العاص و خالد وغیرہ کے ماتحت ہوکر لڑنے نہیں آئے تھے۔ بہرکیف خوب مال غنیمت ہر موقع پر ملا اور خالد اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کرتے رہے اور علی التواتر قافلہ در قافلہ خمس مالِ غنیمت دار الخلافہ میں بھیجتے رہے مفلوک عرب اس مال و منال کو دیکھکر ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور دار الخلافہ میں بہت جلد ایک سپاہ کثیر

---

[1] قام خالد فی الناس خطیبًا یرغبھم فی بلاد العجم ویزھدھم من بلاد العرب وقال الاترون الی الطعام کرفغ التراب وباللہ لو لم یلزمنا الجھاد والدعاء الی اللہ عزوجل ولم یکن الا المعاش لکان الرای ان نقارع علی ھذا الریف حتیٰ نکون اولی بہ ونولی الجوع والاقلال من تولاہ ممن اثاقل عما انتم علیہ

طبری صـ ۹ ج ۴ سنہ ۱۲

مہاجر بن اُمیہ۔ خالد بن سعید بن العاص۔ عمرو بن العاص۔ حذیفہ بن المحصن۔ عرفجہ بن ہرثمہ۔ طریفہ بن حاجز۔ شرجبیل بن حسنہ۔ سوید بن مقرن۔ علاء الحضرمی مقرر کئے اور اونکو موجودہ فوج کا ایک ایک حصہ دیکر سرکش عربوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا [۱]

ان اُمرا میں ایک بہی اون بزرگان مہاجرین و انصار میں سے نہیں ہے جو حضرات جماعت سابقین اہل اسلام میں شمار ہوتے ہیں اور باعتبار اپنے فضائل و مآثر کے طبقہ صحابہ میں محترم تصور کئے جاتے ہیں۔ بلکہ ان امیروں میں بیشتر وہی لوگ ہیں کہ جب خوب اسلام شایع ہو چکا تہا اور اوسکا غلبہ عرب نے تسلیم کر لیا تھا تو یہ لوگ اسوقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ خیر لڑائیاں ہوئیں اور آخر نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ آغاز ۱۲ھ میں قریب قریب قبائل مغلوب ہو گئے اور خالد بن الولید بعد ختم جنگ یمامہ اُدھر سے اُدھر ہی بڑھ کر عراق عرب پر حملہ آور ہوئے۔ یہ سرسبز و شاداب خطہ دولت ایران کے زیر نگین تہا۔ جابجا اون قبائل عرب جو عراق میں آباد تھے اور ان کے سوا اون عمال دولت ایران سے جو اس ملک میں حکمران تھے۔ خالد بن الولید نے مردانہ معرکہ آرائیاں کیں۔ اور ہر معرکہ میں غالب رہے۔ ہر جنگ

[۱] طبری جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

اسلام میں با اقتدار و ذی اثر رہا او سوقت کے مشاہیر اہل اسلام ایک جدا گانہ گروہ تھا اور اس کے مقاصد بھی جدا تھے ۔ پہلے ابوسفیان نے چاہا تھا کہ علیؑ ابن ابی طالب کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائیں مگر علی علیہ السّلام کی مدبری و انجام بینی پر آفرین کہ وہ فریب میں نہ آئے

میں اس موقع پر چند واقعات نقل کرتا ہوں جن سے اس گروہ کے مقاصد و خیالات کا اہل ہوش اندازہ کریں گے ۔

۱؎ حسب تجویز عمرو بن العاص جب عرب کی فوجیں ہر طرف سے سمٹ کر یرموک میں مجتمع ہوئیں ۔ تو ابوعبیدہ بن الجراح باوجود اپنے فضل و شرف کے عمرو بن العاص کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے ۔ مگر عمرو بن العاص و یزید بن ابو سفیان کبھی ابوعبیدہ کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے

خالد بن الولید نے جنگ یرموک میں پہلے ہی دن تمام حضرت ابوبکر کے مقرر کئے ہوئے نظام کو توڑ دیا اور پوری فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی کہ اب باری باری اسی طرح دیگر سپہ سالار کمان لینگے ۔ اس پر عکرمہ بن ابی جہل نے خوش ہوکر یہ سرگرمی دکھائی کہ خیمہ خالد کے سامنے ڈٹ کر پکارا میں وہ ہوں کہ رسول اللہ کے مقابلہ میں ہر معرکہ میں لڑا ۔ بھلا آج یہاں سے بھاگ جاؤنگا ۔ کون ہے جو آج جنگ میں جان پر کھیل جانے کا مجھ سے عہد کرے ۔ حارث بن ہشام و ضرار بن الازور وغیرہ چار سو شہسواروں نے

۱؎ طبری ج ۴ ص ۳۲

مجتمع ہوگئی۔اب حضرت ابوبکر نے دوسری جانب ملک شام پر فوج کشی کا تہیہ کیا اور یزید بن ابی سفیان کو تقریباً ستائیس ہزار لشکر پر امیر مقرر کرکے شام کی طرف روانہ کیا اور اس لشکر کے حصوں پر عمرو بن العاص۔ ولید بن عقبہ۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ شرحبیل بن حسنہ عکرمہ بن ابی جہل۔ عبیدہ بن الجراح کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ اور خالد بن الولید کو حکم بھیجا کہ فوراً عراق سے مہم شام کی کمک پر پہونچو چنانچہ وہ بھی تقریباً چھ سات ہزار فوج کیساتھ یلغار کرتے ہوئے وہاں پہونچ گئے۔[۵۲] امیر الامرا یزید بن ابی سفیان کیساتھ سہیل بن عمرو اور اون کے اشباہ و امثال شیوخ قریش مشیر تدبیر تھے سپاہ قیصر روم اور لشکر عرب سے ملک شام میں متعدد لڑائیاں ہوئیں اور رفتہ رفتہ بتدریج ملک شام کو آخر ۱۵ھ تک تمام فتح کرلیا اور شروع سے برابر ہر خطہ مفتوحہ زیرنگین خاندان ابی سفیان آتا رہا۔ اور یزید بن ابی سفیان بالاستقلال فرمانروا رہے ۱۸ھ میں یزید نے دنیا سے رحلت کی حضرت عمر نے اونکی جگہ اون کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو والی دمشق تسلیم کرلیا۔[۵۳]

ابوسفیان و یزید و معاویہ و خالد بن الولید و عکرمہ بن ابی جہل و عمرو بن العاص وغیرہم نامور گروہ قریش جو آغاز دور خلافت سے ممالک و سیع

---

[۵۱] طبری ج ۴ صفحہ ۲۳ [۵۲] طبری ج ۴ صفحہ ۳۰ [۵۳] طبری ج ۴ صفحہ ۲۰۲

حضرت علیؑ کو اپنے دور خلافت میں اس گروہ کے اصلی حال بیان کرنیکا خوب کافی موقع ملگیا۔

واقعات جنگ صفین میں مذکور ہے کہ حبیب بن مسلمہ اور شرجیل بن السمط سفیران معاویہ سے مخاطب ہوکر حضرت علیؑ نے فرمایا۔ معاویہ[1] و ابوسفیان وغیرہ جنکو رسول اللہ نے بروز فتح مکہ رعایۃً ازاد کردیا تھا یہ گروہ اُن گروہوں میں سے ایک گروہ ہے جو ہمیشہ سے خدا و رسول خدا اور مسلمانوں کے دشمن ہیں معاویہ اور اون کے باپ بطوع و رغبت دائرہ اسلام میں نہیں داخل ہوئے بلکہ مجبور ہوکر بکراہت داخل ہوئے ہیں۔

علیٰ ہذا جنگ صفین میں جب عمرو بن العاص کی پرفریب تحریک سے لڑائی سے عاجز ہوکر لشکر معاویہ نے نیزوں پر قرآن بلند کئے تو حضرت علیؑ نے اپنے لشکر والوں سے فرمایا ہاں[2] اے بندگان خدا تم بدستور حق و صدق پر قائم رہو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرتے رہو کیونکہ معاویہ و عمرو بن العاص و ابن ابی معیط و ابن مسلمہ و ابن ابی سرح و ضحاک بن قیس ان میں سے کوئی

---

[1] طلیق ابن طلیق حزب من هذه الاحزاب لم یزل للہ ولرسولہ وللمسلمین عدوا هو وابوه حتی دخلا فی الاسلام کارهین - طبری ص۲ سنہ ۳۷ [2] عباد اللہ امضوا علی حقکم وصدقکم الی قتال عدوکم فان معاویۃ وعمرو بن العاص وابن ابی معیط وحبیب بن مسلمۃ وابن ابی سرح والضحاک بن قیس لیسوا باصحاب دین ولا قرآن انا اعرف بهم منکم قد صحبتهم اطفالا وصحبتهم رجالا فکانوا شر اطفال وشر رجال ویحکم انهم ما رفعوها ثم لا یرفعونها ولا یعلمون بما فیها وما رفعوها لکم الا خدیعۃ ووهنا ومکیدۃ طبری ص۲۷ سنہ ۳۷

سپاہان جانبازی کیا اور خیمہ خالد کے مقابل خوب جم کر لڑے یہاں تک کہ سب زخموں سے چور ہوگئے اور ضرار کے سوا کوئی جانبر نہ ہوا بعد ختم جنگ خالد جب اُس مقام پر پہونچے عکرمہ اور اون کے فرزند عمر بن عکرمہ کو مجروح و نیم جان پڑے ہوئے دیکھا بیٹھ گئے اور دونوں کے سر اپنے زانو پر اور پنڈلی پر رکھ کر غبار اون کے چہروں سے پونچھنے لگے اور اون دونوں کے منہ میں پانی کے قطرے ٹپکاتے جاتے تھے۔ ویقول کلا زعم ابن الحنتمۃ انا لا نستشہد۔ اور کہتے جاتے تھے کیوں حنتمہ کا بیٹا یہ زعم رکھتا تھا کہ ہمکو شہادت نصیب نہ ہوگی ۵۲ (حنتمہ حضرت عمر کی والدہ کا نام ہے) چونکہ یہ گروہ عہد رسالت میں قریب قریب اوسوقت دائرہ اسلام میں داخل ہوا تھا جب بظاہر کوئی جہاد ہونے والا نہ تھا اسلئے شاید کسی موقع پر حضرت عمر نے فرما دیا ہو کہ یہ گروہ شرف جہاد و شہادت سے محروم رہیگا اوسی بنا پر خالد بن الولید کے زبان سے اس ہجوم رنج و قلق میں یہ تعریضی فقرہ بیساختہ نکل گیا۔ ما اضمر احد شیئا الا ظہر من فلتات لسانہ و صفحات وجہہ لہجہ و انداز کلام سے مافی الضمیر کا پتہ چل جاتا ہے اور باطن کا حال چہرہ سے نمایاں ہو جاتا ہے۔ اوّل اوّل مدتوں تک یہ گروہ اپنے مقاصد کو مصلحت چھپائے رہا مگر رفتہ رفتہ گفتار و کردار سے راز فاش ہوتے رہے اور اس لئے

---

۵۲ طبری ج ۴ صفحہ ۳۶

ہونے کے متوقعین ہیں چنانچہ صرف آنحضرتؐ کا نام لکھا گیا تھا یہ سنکر عمرو بن العاص بول اُٹھے سبحان اللہ ہم مومنوں کو یوں کفار سے تشبیہ دیجاتی ہے حضرت علیؑ نے فرمایا او زادہ نابغہ تو کب فاسقوں کا دوست اور اہل اسلام کا دشمن نہ تھا اور تو سوائے اپنی ماں کے جس نے تجھکو جنا ہے کس کا مشابہ ہوگا۔ عمرو بن العاص نے کہا آج کے بعد کبھی تمہاری مجلس میں نہ آؤنگا حضرت علیؑ نے فرمایا مجھے اُمید ہے کہ خدا عزو جل میری مجلس کو تجھ سے اور تیرے اشباہ و امثال سے پاک رکھے گا۔[۱]

الحاصل تاریخ مجھے اس امر کے اظہار پر مجبور کرتی ہے کہ ابتدائی دورِ خلافت میں بڑی چوک ہوئی کہ اس گروہ مخالف کو قوت دیدی گئی۔ اور اُسوقت سے قابو پاتے ہی یہ گروہ بہت جلد ممالک محروسہ اسلام کے بڑے بڑے حصوں پر مسلط ہوگیا اور قریب قریب کوئی جگہ ان کے بیش و کم اثر ڈالنے سے محفوظ نہ رہی جس طرح سلاطین دیالمہ و سامانیہ و سلجوقیہ و غزنویہ وغیرہم خلافت عباسیہ کو تبرک بنائے ہوئے اپنا کام چلاتے تھے اوسی طرح یہ گروہ بھی خلافت تیمیہ و عدویہ کو برائے نام فریب عوام کیلئے آڑ بنائے ہوئے اپنے مقاصد کو پورا کرتا رہا اور ایسا تسلط حاصل کیا کہ بارگاہ خلافت کو بجز چاپلوسی اور تملق کے اور کوئی چارہ کار بن نہ پڑا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے مثالاً یہ چند واقعات ملاحظہ طلب ہیں۔

---

[۱] طبری ج ۶ صفحہ ۲۹

بھی دیندار اور متبع قرآن نہیں ہے میں تم سے زیادہ ان لوگوں کے احوال سے واقف ہوں عمر بھر ان لوگوں کو دیکھا ہے۔ کسی زمانہ میں یہ لوگ شرارت سے باز نہیں رہے۔ یہ لوگ بالکل احکام قرآن سے بیخبر ہیں اور جانتے تک نہیں کہ قرآن میں کیا ہے۔ قرآن کو قرآن سمجھ کر نہ انہوں نے اوٹھایا ہے نہ پھر کبھی اوٹھائینگے۔ صرف فریب و منافقیت و مکاری سے اسوقت قرآن کو بلند کیا ہے۔

جنگ صفین کے بعد جب حکمین کے متعلق فریقین میں اقرارنامہ تحریر ہونے لگا تو حسب دستور عنوان اقرارنامہ پر کاتب نے حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ لفظ امیر المومنین بھی لکھا مگر عمرو بن العاص نے ٹوک دیا کہ صرف نام لکھو امیر المومنین نہ لکھو وہ تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں ہیں۔ احنف نے کہا کہ ہرگز لفظ امیر المومنین حک نکیا جائے۔ دیر تک بحث رہی حضرت علیؑ بھی لفظ امیر المومنین کے مٹانے پر راضی نہ ہوئے۔ اشعث بن قیس حضرت ابوبکر کے بہنوئی نے کہا مٹا ڈالو خدا اسکو شگون نیک کریگا چنانچہ لفظ امیر المومنین محو کر دیا گیا۔ اسوقت حضرت علی نے کہا اللہ اکبر کیسی مطابقت و مماثلت قائم ہے جب حدیبیہ میں صلحنامہ تحریر ہونے لگا ہیں کاتب رسول اللہؐ تھا رسول اللہ سے بھی انھوں نے کہا تھا کہ صرف اپنا نام لکھوائیے نام کیساتھ لفظ رسول اللہ نہ لکھو کیونکہ ہم تمہارے رسول اللہ

گئے کہ ابوبکر راضی ہو گئے ہیں اسلئے کچھ دم نہ مارا اور خاموش اپنے گھر میں چلے گئے۔

جنگ یمامہ میں بارہ سو مسلمانوں کا خون بہنے کے بعد فی الجملہ جب مسلمانوں کو غلبہ میسر ہوا تو خالد بن الولید کو نشاط طبع نے گھیرا۔ اُس نواح کے ایک رئیس سے بیدھڑک کہدیا "زوجنی ابنتک" اپنی بیٹی کو میری زوجیت میں دیدے اوس نے کہا تمھارے صاحب کو خبر ہو گی تو تمہارے ساتھ میں بھی معتوب ہونگا اس کا یہ کون موقع ہے خالد نے اسکو جھڑکا کہ "ایھا الرجل زوجنی فزوجنی" او مرد آدمی نکاح کر دے چنانچہ اوس بیچارے نے نکاح کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے یہ خبر پاکر ان محبت انگیز الفاظ میں خالد کو نامہ لکھا۔ اے فرزند اُم خالد تم فارغ البال عورتوں کے ساتھ مشغولِ نکاح ہو اور حالت یہ ہے کہ تمہارے مسکن کے گرد بارہ سو مسلمانوں کا بہا ہُوا خون ہنوز سوکھا تک نہیں ہے۔ باوجود اسکے کہ مضمون نامہ نہایت موثر اور اُنس آمیز تھا مگر خالد اوسکو پڑھتے ہی ایسے برہم ہوئے کہ کہنے لگے یہ کارروائی عمر بن الخطاب ہی کی ہے۔[1]

بسلسلہ فتوحاتِ عراق جنگ الیّس میں خالد بن الولید نے دشمنوں پر غضبناک ہو کر قسم کھائی کہ اون کے خون سے نہر بہا کر چھوڑونگا چنانچہ میدانِ جنگ میں حریف کو شکست دینے کے بعد خالد نے حکم دیا کہ جہاں تک بابواب

---

[1] - طبری ج ۳ ص ۲۵۲

یہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکر نے خالد بن الولید کو فوج دیکر مرتدین سے لڑنے کو بھیجا تھا مگر خالد نے یہ کیا کہ مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کرنا شروع کر دیا۔ اس بیدردی و سفاکی سے کہ الحذر۔ مالک بن نویرہ کو جسکے قبیلہ سے برابر بانگ اذان لشکر اسلام نے سُنی خالد نے مع اوسکے ساتھیوں کے شب کیوقت پکڑ کے قتل کرا ڈالا اور اون مقتولوں کے سروں کے چولھے بنا کر اونپر ہانڈیاں گرم کیں۔ اور مالک کی زوجہ کو اپنی زوجہ بنا لیا۔ جب حضرت عمر کو یہ سب خبریں پہونچیں تو انھوں نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ [١] دشمن خدا نے مرد مسلم کو قتل کیا اور اوسکی زوجہ پر متصرف ہو گیا مگر حضرت ابو بکر نے کچھ اسکا تدارک نہ کیا اور خاموشی سے مقتول کی دیت خود ادا کر دی اور خالد کو بلا بھیجا جب خالد آئے اور داخل مسجد ہوئے تو عرب کے بانکوں کی طرح عمامہ میں تیر لگائے ہوئے تھے اتفاق سے حضرت عمر وہاں موجود تھے اور اونھوں نے بے تحاشا لپک کر تیر عمامہ سے کھینچ لئے اور پاؤں سے روند ڈالے خالد اوسوقت بمصلحت کچھ نہ بولے اور چپکے حضرت ابو بکر کے پاس چلے گئے اور وہاں عذر معذرت کر کے جب باہر آئے تو حضرت عمر کیطرف دیکھکر کہا او [٢] دنیا کے بچے اب میرے پاس آ۔ اس لہجے سے حضرت عمر تاڑ

---

١ فلما بلغ قتلهم عمر بن الخطاب تكلم فيه عند ابي بكر فاكثر وقال عدو الله عدا على امرء مسلم فقتله ثم نزا على امرأته طبری ۳ ص ۲۴۳ ٢ هلم الي يا ابن ام شملة طبری ۳ ص ۲۴۳

برپا تھی۔ دو با اثر شیخ زبرقان اور اقرع مدینہ میں آئے اور طلحہ کو بیچ میں ڈالکر یہ امر حضرت ابوبکر کے سامنے پیش کیا کہ خراج بحرین اگر ہمکو ملا کرے تو ہماری قوم میں سے کوئی اطاعت بارگاہ خلافت سے سرتابی نہ کریگا۔ حضرت ابوبکر نے اس معاملہ کو منظور کر لیا اور عہدنامہ لکھدیا۔ یہ کاغذ جب ثبت شہادت کے لئے حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا تو اونھوں نے مضمون پڑھ کر اُسکو دستاویز کو پھاڑ ڈالا۔ طلحہ آزردہ ہوکر حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا آیا آپ خلیفہ ہیں یا عمر آپنے فرمایا عمر ہیں مگر فرمانبرداری میری لازم ہے علامہ ماوردی نے بھی کتاب ادب الدنیا والدین میں ایسے دو دوستوں کی دوستی کی مثال میں جو ایک جان دو قالب ہوں اس روایت کو ملخصاً لکھا ہے کہ جب طلحہ نے غصہ سے بھرے ہوے لہجہ سے حضرت ابوبکر سے کہا ما ادری انت الخلیفۃ ام عمر فقال بل عمر لکنہ ابا (ص۲۷۱ مطبوعہ مصر) میں نہیں جانتا خلیفہ تم ہو یا عمر حضرت ابوبکر نے فرمایا بلکہ عمر خلیفہ ہیں اور میں عمر ہوں۔

طلحہ اس منطق کو سنکر چپ ہو رہے[1]۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر کس حد میں مطاع و محترم تھے مگر خالد وہ تھے کہ اون کے خلاف حضرت عمر کا کوئی قول مسموع اور کوئی اصرار مقبول نہ ہوا۔ اس سے اُس نیاز مندی کا اندازہ ہوسکتا ہے جو خلافت کو خالد کے ساتھ تھی

---

[1] طبری ج ۳ صفحہ ۴۳۰ ۱۱ھ

دشمنوں کو اسیر کر کے لاؤ اور ایک خشک شدہ نہر کے کنارے پر اپنے سپاہیوں کو تیغ بکف جا کر حکم دیا کہ یہاں قیدیوں کی گردنیں مارو تاکہ یہ نہر خون سے جاری ہو جائے ۔ مقتولین کی تعداد اس واقعہ میں ستر ہزار تک بیان کی گئی ہے مگر نہر خون نہ جاری ہوئی۔ لوگوں نے سمجھایا کہ تمام روئے زمین کے آدمیوں کو بھی اگر آپ قتل کر ڈالیں گے تو یہ نہر خون جاری نہ ہو گی۔ خون کا قاعدہ ہے جم جاتا ہے بہتا نہیں ہے۔ آخر قسم یوں پوری کر دی گئی کہ اوپر خون پر پانی ڈالا گیا اور نہر خون جاری کی گئی اُس واقعہ خونریزی کو سن کر حضرت ابوبکر نے مجمع قریش میں بفخر فرمایا کہ خالد[1] کی مثل پیدا کرنے سے عورتیں عاجز ہیں

انہی فتوحات کے دوران میں خالد نے عرب مضیح پر شبخون مارا اور تمام فضائے دشت کو کشتوں سے بھر دیا۔ دو مرد مسلمان بھی اتفاق سے وہاں شب بسر کرنے کو مقیم تھے وہ بھی نذر تیغ غارت ہو گئے یہ خبر جب مدینہ میں پہنچی تو حضرت عمر نے مثل قتل مالک بن نویرہ اس واقعہ کے بارے میں بھی رائے ظاہر کی مگر حضرت ابوبکر نے جواب دیا کہ جو لوگ دیار اہل حرب میں ٹھہریں گے ان کا یہی حشر ہوتا ہے[2]

جبکہ بنی تمیم وغیرہ بڑے بڑے قبائل میں خلاف حضرت ابوبکر شورش

---

۱ طبری ج ۴ صفحہ ۱۰-۱۱ سنہ ۱۲ھ ۲ طبری ج ۴ صفحہ ۲۴-۲۵

ملک ابن نویرہ کے قتل وغیرہ میں کی تھی اور جو کچھ مواقع جنگ پر زیادتیاں اُن سے وقوع میں آئی تھیں ان وجوہ سے حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں خالد پر غضبناک رہے۔ اور اون کے افعال سے نفرت کرتے رہے چنانچہ جب خود خلیفہ ہوئے تو پہلا حکم معزولی خالد کا صادر فرمایا اور فرمایا کہ ابداً وہ ہمارے کسی کام پر مامور نہوں گے۔ چنانچہ خالد معزول ہوئے مگر بعد چند روز کے چالیس ہزار تاوان وصول کر کے پھر بحال کر دئے گئے۔ پھر ۱۷ھ میں اس بات پر کہ خالد نے اشعث بن قیس کو دس ہزار انعام عطا کر دیا تھا معزول ہوئے اس مرتبہ صرف بیس ہزار جرمانہ دیکر پھر اپنے کام پر مامور ہو گئے۔ اور اس درجہ اونکی قدر افزائی کی گئی کہ ممالک محروسہ میں اون کے متعلق اعلان و فرمان جاری ہوا جس کا مضمون یہ ہے

"ہمنے خالد کو اپنی کسی ناخوشنودی یا خالد کی کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ اصل سبب معزولی یہ تھا کہ لوگ خالد کے باعث سے مبتلاے فتنہ ہو گئے تھے اور ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا تھا کہ مبادا لوگ خدا کو بھول کر خالد ہی کی قوت و صولت پر توکل اور بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ اور خدا کو چھوڑ کر خالد ہی کے نہ ہو رہیں چنانچہ ہمنے خالد کو معزول کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ صانع حقیقی خدا ہے۔"[1]

[1] طبری ج ۴۔ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶

جب آغاز ایام خلافت میں ہنگامہ لشکر کشی گرم تھا ایک شخص ایاس بن عبداللہ بن عبد یالیل جس کا لقب فجاءہ ہے حاضر ہوا اور حضرت ابوبکر سے عرض کیا کہ اسلحہ دیجئے مرتدوں سے جنگ کروں فوراً ہتھیار عطا ہوگئے فجاءہ نے مدینہ سے نکلتے ہی مرتدوں اور مسلمانوں دونوں پر یکساں دست قتل و غارت دراز کر دیا حضرت ابوبکر نے طریفہ بن حاجز کو اسکی گرفتاری پر مامور کیا۔ ایک جگہ فریقین میں مقابلہ ہوا فجاءہ نے اپنی جماعت کو مغلوب ہوتے ہوئے دیکھکر طریفہ سے کہا کہ تمکو مجھپر کچھ فوق نہیں ہے میں اور تم دونوں حضرت ابوبکر کے مقرر کئے ہوئے امیر ہیں۔ طریفہ نے کہا اگر یہی ہے تو ہتھیار رکھدو اور میرے ساتھ حضرت ابوبکر کے پاس چلے چلو وہ ساتھ ہو لیا جب حاضر حضور ہوا بغیر کسی پرسش کے حضرت ابوبکر نے حکم دیا کہ اسکو پھونکدیا جائے چنانچہ فوراً وہ جلا کر خاک کر دیا گیا۔

خالد سے اُن تمام خونریزیوں کے متعلق کبھی ایک حرف شکایت تک بھی زبان پر نہ آیا اور فجاءہ کے ساتھ یہ طرز عمل اختیار کیا گیا۔ اسکے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ خلیفۂ وقت خالد سے تملق پر مجبور اور سخت مجبور تھے۔

اب رہا یہ مسئلہ پیچیدہ کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں خالد بن الولید کے متعلق کیا تدارک کیا۔ بیان کیا گیا ہے کہ خالد نے جو تعدی

ہے جسکو ثبات و قیام[۱] ہے

جنھوں نے کوتاہ نظر مورخوں سے حضرت عمر کے واقعات تند مزاجی سنے ہیں اونکو تعجب ہوگا کہ این یک بام و دو ہوا چہ معنی دارد مگر اونکو اطمینان قلب کے ساتھ تاریخ پر نظر کرنا چاہئے تاکہ حقیقت حال سے بیخبر نہ رہیں۔ حضرت عمر کی درشتی طبع کے چند واقعات یہ ہیں۔

جب حضرت ابوبکر نے رحلت فرمائی ام المومنین عائشہ اور بی بیوں کے ساتھ نوحہ و بکا کرنے لگیں حضرت عمر دروازہ پر آکر کھڑے ہوئے اور رونے والیوں کو منع کیا مگر گریہ و بکا موقوف نہ ہوا برہم ہو کر حضرت عمر نے ہشام بن الولید کو حکم دیا کہ اندر گھس کر حضرت ابوبکر کی بہن کو پکڑ لاؤ حضرت عائشہ نے یہ سنکر پکارا کہ میں تم کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ حضرت عمر نے ہشام سے کہا کہ داخل ہو ہم اجازت دیتے ہیں چنانچہ ہشام مکان میں داخل ہو گئے اور ام فروہ خواہر جناب صدیق دختر ابی قحافہ کو جو اشعث بن قیس سے منسوب تھیں باہر کھینچ لائے حضرت عمر نے کئی درے اون بی بی کو مارے یہ حال دیکھکر سب رونا رولانا بند ہو گیا اور سب بی بیاں اپنے اپنے گھر چلی گئیں۔[۲]

---

[۱] یا خالد واللہ انک لعلی کریم وانک الی لحبیب ولن نفا بتنی بعد الیوم علی شیئ۔ طبری ج ۴ ص ۲۰۵ [۲] طبری ج ۴ ص ۱۳۹

بظاہر حضرت عمر کی افتاد طبیعت سے اُمید کیجا سکتی تھی کہ وہ طلسم تملق
کو توڑ دینگے مگر افسوس کہ اونہوں نے بھی اپنے بازو دونہیں یہ قوت نہ پائی
اور روش قدیم پر چلنا پڑا

میں نے غور کیا کہ آخر حضرت عمر کو اسقدر تملق و خوشامد پر کونسا امر داعی
ہوا اور وہ سب جوش و خروش کیوں یکایک اس طرح فرو ہوگیا اور بالکل
رنگ بدل گیا - میری نظر تاریخ میں اس فقرہ پر جمی کہ جب آخر مرتبہ خالد
معزول ہو کر مدینہ میں آئے تو حضرت عمر سے ملے اور گلہ کیا اور یہ بھی کہا کہ
میں نے مسلمانوں سے تمہاری شکایت کی ہے دیکھو عمر تم میرے معاملہ
میں سختی کر رہے ہو[1]

خالد نے غصہ کی وجہ سے امیر المومنین بھی نہیں کہا نہ کسی اور تعظیمی خطاب
کو استعمال کیا بلکہ صاف عمر کہکر خطاب کیا اور خوف بھی دلایا کہ مسلمانوں
سے شکایت کر چکا ہوں - حضرت عمر سمجھ گئے کہ اس مرتبہ خالد بگڑے ہوئے
ہیں اور مقرر وہ اپنے گروہ کو اس طرف توجہ دلا کر آئے ہیں - قریب ہے کہ گل
کھلے اور مصیبت کا سامنا ہو - اسلئے فوراً نرم ہو گئے - اور اونکو منالیا بلکہ
آئندہ کے لئے بھی خالد سے حلفاً یہ اقرار کر لیا کہ آج کے بعد کسی بات پر تمہیں
مجھ پر عتاب کا موقع نہ ملیگا - تم میرے نزدیک بزرگ مرتبہ ہو اور تم سے مجھ کو وہ محبت

[1] قدم علے عمر فشکاہ وقال لقد شکوتک الی المسلمین و باللہ انک فی امری غیر مجمل یا عمر - طبری ج ۴ صفحہ ۲۱۴۳ سنہ ۱۷

درہم ملگئے یمفلس وطماع عرب شوق سے درہ کا لطف اوٹھانے کے لئے تیار رہتے ہوں گے۔ تیسرا واقعہ۔ سامنے مال کا ڈہیر تقسیم جاری سعد کیوں ایسے نازک موقع پر درّہ تاننے سے بگڑتے لامحالہ بحکم ضرورت چپ ہوکر رہ گئے عوام کے ازدحام پر یہ اثر پڑگیا کہ اللہ اکبر یہ جبروت کہ سعد سر جھکا کر رہ گئے۔

غرضکہ اظہار تندمزاجی ایسے مواقع کے لئے تہا نہ اوس گروہ قریش کے لئے جسمیں خالد وغیرہ تھے۔ معاویہ بن ابی سفیان کیساتھ جو حضرت عمر کا ادب وقاعدہ تھا اُسکا اندازہ اِن واقعات سے ہوگا۔

حضرت عمر ملک شام میں تشریف فرما ہوئے تو صبح وشام معاویہ جب اونکی ملاقات کو آتے ہر وقت جدا تازہ جلوس سواری ہوتا۔ عمر نے اس شان وشکوہ کو مشاہدہ فرماکر صرف اتنا اون سے ارشاد فرمایا کہ صبح کو اور جلوس ہوتا ہے اور شام کو اور۔ اور یہ بھی تذکرہ کیا کہ سنتا ہوں کہ ہر صبح کو تمہارے برآمد ہونے سے پہلے تمہارے دروازے پر اہل حاجت کا مجمع تمہارا منتظر رہا کرتا ہے۔ معاویہ نے جواب دیا کہ دشمن یعنی قیصر روم قریب ہے اور اوسکے جاسوس یہاں پھیلے ہوئے نگران حال ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہ خوب شان وشوکت اسلام دیکھیں۔ حضرت عمر نے فرمایا یہ مرد دانا کا کید اور زیرک وہوشمند کا فریب ہے۔ معاویہ نے کہا آپ جو فرمائیے

ایاس بن سلمہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا عمر بازار میں درہ لئے ہوئے گذرے میرے کپڑے پر درہ کا سرا لگا کر کہا کہ راہ سے ہٹ جاؤ۔ اس واقعہ کے دوسرے سال حضرت عمر مجھ سے ملے اور فرمایا کہ سلمہ کیا تم حج کا ارادہ رکھتے ہو میں نے کہا ہاں قصد ہے پھر میرا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے مکان پر آئے اور مجھے چھ سو درہم دئے اور فرمایا کہ لو اپنے سفر حج کا سامان مہیا کر لو اور یہ اوس درہ لگانے کا عوض ہے میں نے کہا امیر المومنین مجھے تو یہ بات یاد بھی نہ تھی آپ نے فرمایا لیکن میں تو نہ بھولا تھا [۵۱]

کہیں سے مال غنیمت یا مال صدقات وغیرہ آیا تھا اور حضرت عمر بیٹھے ہوئے اوسکو تقسیم فرما رہے تھے چاروں طرف لوگوں کا ہجوم تھا اتنے میں سعد بن ابی وقاص بھی پہونچے اور لوگوں کو ریلتے ہٹاتے حضرت عمر تک جا پہونچے۔ حضرت عمر نے اونپر درہ تانا اور فرمایا تم یوں سامنے آکھڑے ہوئے اور ہیبت سلطان سے متاثر نہ ہوئے میں چاہتا ہوں کہ تمہیں آگاہ کردوں کہ سلطان الہی پر تم کوئی اپنا رعب نہیں ڈال سکتے۔ [۵۲]

اب ان واقعات پر تدبر سے نظر کیجائے تو معلوم ہو کہ پہلا واقعہ امر فرو پر درہ بازی ہیاں وہ رابطہ اتحاد قائم تھا کہ فریاد و استغاثہ درکنار شکایت تک کی گنجائش نہ تھی۔ دوسرا واقعہ ذرا کپڑے پر درہ چھو جانے سے پھر

---

۵۱ طبری ج ۵ صفحہ ۲۱ سنہ ۲۳ ۵۲ طبری ج ۵ صفحہ ۲۴ سنہ ۲۳

امیر لشکر ہوں اور یہ بھی نہ ہوتا تو بھی میں تم کو اس بیجا جسارت سے روکتا عمرو بن العاص نے کہا قیس یہ زمانہ جسمیں تم امیر بنے ہو کیا برا زمانہ ہے اگر میں تمہارا یہ دین چھوڑ کر اپنے دین قدیم کیطرف پھر جاؤں اور اوسی اپنے پرانے دین پر لڑ کر مر جاؤں تو یہ امر مجھکو اس سے زیادہ پسند ہے کہ تم دوبارہ پھر کبھی مجھپر امیر ہو۔ آخر یہ قضیہ سپہ سالار اعظم سعد بن ابی وقاص کے سامنے پیش ہوا۔ سعد نے عمرو بن العاص سے فرمایا گو مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ ہزار کافروں کے قتل کرنے کے لئے بھی تم سے میں سو مسلمانوں کو معرض ہلاک میں ڈالوں مگر چونکہ تم معاملہ جنگ میں مجھ سے زیادہ ماہر ہو اسلئے تمہاری ہی رائے پر اس معاملہ کو چھوڑتا ہوں۔ چنانچہ عمرو بن العاص نے اپنا ہی کہنا کیا[۵۲]۔ مثل اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اس گروہ قریش کی خود رائی اور دربار خلافت کی پروانہ کرنا صاف صاف نمودار ہے۔

مغیرہ بن شعبہ ان اخلاق وعادات کے آدمی تھے کہ جب وہ حکومت کوفہ پر منجانب حضرت عمر مامور تھے تو وہاں اظہار فخر کیلئے لوگوں سے کہدیا کہ رسول اللہ کی قبر میں اونکی نعش مطہر اوتارنے کیلئے میں بھی داخل ہوا تھا اور پھر سب کے بعد قبر سے باہر آیا۔ شیوخ کوفہ جب موسم حج میں مکہ میں آئے تو اونھوں نے بقصد تصدیق حضرت علیؑ سے اس واقعہ کا ذکر کیا حضرت علیؑ

---

۵۲ طبری ج ۴ صد ۱۲۰ سنہ ۱۴

اوسپر کاربند ہوں۔ حضرت عمر نے ارشاد کیا کیا خوب حالت تو یہ ہے کہ جس امر میں بقصد اعتراض تم سے سلسلۂ کلام شروع کرتا ہوں تم مجھکو ایسا متحیر بنا دیتے ہو کہ کچھ نہیں سمجھ سکتا کیا کہوں اور کیا کروں[۱]

حضرت عمر جلالت معاویہ سے اسقدر متاثر تھے کہ ایک مرتبہ جلیل ریش الاشہاد آپ نے فرمایا کہ تم لوگ قیصر و کسریٰ اور اون کے افراط عقل و زیرکی کا کیا تذکرہ کرتے ہو جبکہ معاویہ تم میں موجود ہیں[۲]

معاویہ تو خیر سردار و سردار زادے تھے اونسے یہ تملق و مدارا کا برتاؤ کچھ بعید نہ تھا۔ عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ جو اس پایہ کے نہ تھے اون سے بھی تملق کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ عمرو بن العاص کا یہ اعزاز کہ خود حضرت عمر اون کے سلام کو حاضر ہوئے۔ حضرت ابوبکر نے جب اونکو عمان سے فوج لیکر شام میں جانے کی تکلیف دی تو وہ مراسلہ لکھا کہ جسکے لفظ لفظ سے خوشامد و رضاجوئی ٹپکتی ہے[۳]۔ انہی باتوں نے عمرو بن العاص کو اسدرجہ مغرور بنا دیا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر حد سے زیادہ بگڑ جاتے تھے

عراق میں لشکر عجم پر عمرو بن العاص نے شبخون مارنے کا قصد کیا قیس ابن ہبیرہ مانع ہوئے کہ سپاہ بمقابلہ دشمن کم ہے۔ عمرو بن العاص برہم ہوگئے اور کہا کہ میرے معاملہ میں تمکو دخل دینے سے واسطہ؟ قیس نے کہا میں

---

[۱] طبری ج ۶ صفحہ ۱۶۳۳ [۲] طبری ج ۶ صفحہ ۱۶۴۳ [۳] طبری ج ۴ صفحہ ۳۹ [۴] ۱۳

بترجمانی مغیرہ وزیدہ ہرمزان اور حضرت عمر سے بحث و گفتگو ہونے لگی قبل ختم گفتگو ہرمزان نے تقریر کو روک کے پینے کو پانی مانگا چنانچہ پانی لایا گیا۔ ہرمزان نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ میں پانی پینے بھی نہ پاؤں اور تم مجھ کو قتل کر ڈالو حضرت عمر نے فرمایا نہیں جب تک تم پانی نہ پی لوگے تمھیں کوئی خوف و اندیشہ نہیں ہے یہ سنکر ہرمزان نے پانی لونڈھا دیا۔ حضرت عمر نے قتل ہرمزان کا قصد ظاہر فرمایا۔ ہرمزان نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے آپ مجھے امان دے چکے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ انس نے عرض کیا امیرالمومنین ہاں آپ اُسکو امان دے چکے ہیں۔ حضرت عمر نے کہا بھلا میں اسکو امان دیتا ثبوت پیش کرو ورنہ تمکو بھی تعزیر دونگا انس نے عرض کیا آپنے اوس سے فرمایا ہے کہ جب تک پانی نہ پی لو تمھیں کوئی خوف و اندیشہ نہیں ہے۔ حاضرین نے بھی انس کی تائید کی حضرت عمر نے فرمایا واللہ مجکو اِسنے فریب دیا اور بات یہ ہے کہ فریب میں آجانا مرد مسلم کی شان ہے پھر آپنے مغیرہ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ میں تم کو اس فن میں پورا ماہر نہیں خیال کرتا۔ تم میں سے کوئی اس فن کو عمدگی سے نہیں استعمال کرتا۔ کیا دی و گرنیزی میں بالکل باریک چالیں غیر محسوس ہونا چاہئیں

گو اس وادی میں حضرت عمر کے نزدیک مغیرہ ماہر و حاذق نہ تھے مگر یہ ضرور ہے کہ آپ اونکو اس فن کا اہل باور کرتے تھے۔ اور اُن کا پاس خاطر بہت کچھ ملحوظ رکھا جاتا تھا حتی کہ ناگفتہ بہ واقعہ اُم جمیل میں مغیرہ کو حضرت عمر نے

نے فرمایا کہ مغیرہ نے جھوٹ بولا۔[51]

بعد وفات حضرت عمر جب اہل شوریٰ باہم صلاح کیلئے حجرہ ام المومنین عائشہ میں مجتمع ہوئے تو عمرو بن العاص اور مغیرہ دونوں در حجرہ پر آکر بیٹھ گئے۔ سعد بن ابی وقاص نے کنکریاں مار کے اونکو وہاں سے اوٹھا دیا اور فرمایا یہ دونوں چاہتے ہیں کہ کہتے پھریں ہم بھی حاضرین مجلس شوریٰ میں تھے اور اہل شوریٰ میں داخل تھے[52]

جلسہ عام میں جب عبد الرحمان بن عوف نے حضرت عثمان کے انتخاب کا اعلان کیا تو مغیرہ نے اون سے کہا کہ آپ نے خوب انتخاب کیا اور پھر حضرت عثمان سے عرض کیا کہ آپکے سوا اگر کسی اور کے ہاتھ پر عبد الرحمن بیعت کرتے تو ہم کبھی راضی نہ ہوتے۔ عبد الرحمن نے یہ فقرہ سنکر کہا او اعور جھوٹ بولتا ہے اگر میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کر لیتا تو تو بھی اوسکے ہاتھ پر بیعت کر لیتا اور اوس سے بھی یہی باتیں بناتا[53]

حضرت عمر خوب واقف تھے کہ مغیرہ کس منش کے آدمی ہیں چنانچہ مذکور ہے کہ ہرمزان سرحد دار دولت عجم جب مقابلہ سے عاجز آکر اس امر پر رضامند ہوا کہ اوسکو فیصلہ صلح کیلئے حضرت عمر کے پاس بھیجدیا جائے اور معرکہ جنگ سے انس بن مالک واحنف بن قیس اوسکو ہمراہ لیکر حاضر دربار خلافت ہوئے اور

---

[51] طبری ج ۳ صفحہ ۲۰۵ سنہ ۱۱ [52] طبری ج ۵ صفحہ ۳۶ سنہ ۲۳ [53] طبری ج ۵ صفحہ ۳۸ سنہ ۲۴

یہ حالت ہے کہ نہ وہ کسی حاکم سے راضی ہوتی ہے اور نہ کوئی حاکم اُس رعایا سے راضی ہوتا ہے اور اسکے متعلق اور بھی بہت سی باتیں کیں۔ اور فرمایا آخر کس کو مقرر کروں کسی مردِ مسلم ضعیف کو یا کسی قوی و مشدّد کو مغیرہ نے عرض کیا کہ اگر کسی مسلم ضعیف کو مقرر فرمائیگا تو اس کا اجرِ اسلام اوسکی ذات کیلئے ہوگا اور اوسکے ضعف کا اثر آپ پر پڑیگا اور اگر کسی قوی اور اہل تشدد کو مقرر کیجئے گا تو اُسکے تشدد کا مظلمہ اوسکی جان پر پڑیگا اور اُسکی قوت مسلمانوں کو فائدہ پہونچائیگی۔ یہ تقریر سنکر حضرت عمر نے فرمایا اچھا میں تم ہی کو والی کوفہ مقرر کرتا ہوں چنانچہ فوراً وہاں بھیجدیئے گئے اور حضرت عمر کے عہد خلافت میں برابر مغیرہ کوفہ میں فرمانروا رہے۔

ہرسخن موقع و ہر نکتہ مکانی وارد۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے تو مغیرہ بن شعبہ اون کے پاس آئے اور خلوت میں اونکو یہ مشورہ دیا کہ عہدِ خلافت عثمان کے والیوں اور حاکموں کو بدستور اون کی جگہ برقرار و برسرکار رہنے دیجئے اور جب وہ آپکی بیعت کرلیں اور آپ کا کام پورا ہو جائے جا ہے اونکو معزول کر دیجیے گا چاہے بحال رکھیگا۔ حضرت علی نے فرمایا میں اپنے دین میں کمزوری اور سستی کو اور اپنی حکومت میں اس کمینگی کو دخل نہ دونگا۔ مغیرہ نے کہا کہ خیر آپ اسکو نہیں مانتے تو اور جسکو چاہیے معزول کر دیجئے مگر معاویہ ملک شام پر مسلط ہیں اور اُنکی جرأت بڑھی ہوئی

صرف یہ کہکر چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا آپ بڑے بے فکر اور ... ہیں کوفہ کی رعایا نے
حضرت عمرؓ کو بہت تنگ کیا جو حاکم وہاں بھیجا گیا اوسی کی شکایتیں ہوئیں۔
عمارؓ بھی ایکمرتبہ والی کوفہ بناکر بھیجے گئے اونپر اور کسی بد اخلاقی کا الزام نہ
لگایا جا سکا تو یہ شکایت کی گئی کہ وہ فن سیاست سے ناواقف ہیں۔ اور اتفاق
سے حضرت عمرؓ کا خیال بھی عمار بن یاسر کیطرف سے ایسا ہی تھا چنانچہ اس
شکایت پر عمارؓ کو معزول کرتے وقت حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ میں جانتا تھا کہ
تم قابل حکومت نہیں ہو۔ مگر مین نے اس آیت کی تاویل کو پیش نظر رکھا
تھا ونُرِیدُ اَنْ نَمُنَّ علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ
ونجعلھم الوارثین ...... ہم چاہتے ہیں کہ اُن لوگوں پر احسان
کریں جو عاجز و ناتواں قرار دے گئے ہیں روے زمین پر اور ہم اونہی کو پیشوا
اور وارث ملک بنائیں۔

بعد معزولی عمار حکومت کوفہ خالی پڑی تھی۔ حضرت عمرؓ اسی کوفت میں کہ
اب کسکو مقرر کروں مسجد کے ایک کونے میں تنہا لیٹے لیٹے سو گئے۔ مغیرہ بن
شعبہ وہاں پہونچے اور پہرہ دینے لگے جب حضرت عمرؓ کی آنکھ کھلی تو عرض
کیا کہ آپ یوں گوشہ مسجد میں تن تنہا بغیر کسی ناملائم حادثہ کے پیش آئے
گوشہ گیر نہیں ہوئے آخر خیر تو ہے واقعہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس ہمدردی
کو مشاہدہ کرکے فرمایا اس سے بڑھکر کونسا حادثہ ہوگا کہ ایک لاکھ رعایا کی یہ

جنگ میں ماہر و زیرک نہیں ہیں کیا آپ نے نہیں سنا رسول اللہؐ فرماتے تھے الحرب خدعۃ علی علیہ السّلام نے فرمایا کیوں نہیں سنا۔ پھر فرمایا سنو ابن عباس تم مجھے مشورہ دو اور میں اوس کے متعلق اپنے رائے قائم کروں اور جب میں تمھاری رائے کو نہ مانوں تو تم میری تجویز کو مانو۔ ابن عباس نے عرض کیا بسر و چشم میں مطیع و منقاد ہوں۔

علامہ ابن درید نے الحرب خدعۃ کی شرح جو المجتنیٰ میں لکھی ہے اُس سے واضح ہے کہ جنگ احزاب میں جب قریش مع اپنے حلیفوں کے مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور رسول اللہؐ قریش کی کثرت دیکھکر ایک دشوار گذار خندق کی آڑ میں لشکر اسلام کو محفوظ کئے ہوئے تھے اُسوقت آنحضرت نے نعیم بن مسعود سے کہا کہ جاؤ کوشش کرو قبیلہ غطفان اور یہود قریش کا ساتھ چھوڑ دیں تو اچھا ہو اور یہ بھی فرمایا کہ الحرب خدعۃ۔ مراد یہ تھی کہ لڑائی میں کسی چال کا چل جانا فراوانی لشکر اور بیباکانہ اقدام جنگ سے زیادہ نفع دیتا ہے۔ غرضکہ جملہ الحرب خدعۃ کے محل استعمال سے معلوم ہوا کہ محض مواقع حرب و ضرب سے متعلق ہے نہ کہ نظم و نسق ملک و ملت و قوانین حکومت و آئین معاشرت و معاملات تمدن وغیرہ سے کہ ہر جگہ چالبازی کو دخل دیا جائے کیونکہ رسول اللہؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ المکر والخدیعۃ فی النار

اور ابن درید نے اس حدیث کی یوں شرح کی ہے المکر والخدیعۃ لا

ہے اونکو نہ معزول کیجئے گا - اور معاویہ کے بحال رکھنے میں آپ پر کوئی الزام
بھی نہیں ہے بلکہ یہ سند موجود ہے کہ تمام ملک شام پر عمر بن الخطاب نے
اونکو مستقل والی مقرر کیا ہے (یعنی حضرت عمر نے قریب قریب سبھی والیان
ملک میں تبدیلی و معزولی و بحالی کا قاعدہ جاری رکھا مگر معاویہ کو اونکی
جگہ سے کبھی حرکت نہیں دی) حضرت علیؑ نے فرمایا واللہ دو دن بھی تو اپنے
عہد حکومت میں معاویہ کو کسی حکومت کے کام پر برقرار رکھنا پسند نکرونگا
مغیرہ یہ سنکر اوسوقت چلے گئے اور پھر بار دیگر امیر المومنین سے ملے اور کہا کہ
قبل ازیں میں نے جو آپ کو مشورہ دیا تھا اور آپنے اُسکو قبول نہیں کیا تھا
اُس امر پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ ہی کی رائے صحیح ہے ضرور یہ آپ
کی شان کے خلاف ہے کہ فریب و دغا سے اپنا کام نکالئے حضرت عبداللہ
بن عباس سے امیر المومنین نے جب یہ مغیرہ سے گفت و شنید کا قصہ بیان
کیا تو حضرت عبداللہ نے عرض کیا کہ پہلی مرتبہ تو مغیرہ نے آپ کو خیر خواہانہ
مشورہ دیا تھا مگر دوسری مرتبہ فریب دیا میں بھی آپ کو یہی صلاح دیتا ہوں
کہ ابھی معاویہ کو معزول نہ کیجئے - ذرا وہ آپ کی بیعت کرلے تو میرا ذمہ کہ
اُسکو اُسکی جگہ سے اُدکھاڑ کر پھینک دونگا - امیر المومنین فرمایا نہیں واللہ
معاویہ کیلئے بجز تلوار اور کچھ میرے پاس نہیں ہے -
ابن عباس نے عرض کیا امیر المومنین آپ ایک مرد شجاع ہیں معاملہ

جرجی زیدان مسیحی مورخ کا قول ہے ولم یحبط مسعی الامام علی فی امر الخلافۃ الا لمراعاتہ واجبات التقوی وسلامۃ الضمیر[51]

اور فاضل مورخ رفیق بک دمشقی فرماتے ہیں کہ علی عمرو بن العاص کو پہلے ہی اپنا مشیر یا تدبیر بنا لیتے تو معاویہ نے ابن العاص کو ملا کر جتنا فائدہ اُٹھایا اُس سے کہیں زیادہ علی فائدہ اُٹھاتے۔ پھر خود ہی فرماتے ہیں ولکن اغراق علی فی حب الفضیلۃ دعاہ الی ترک الحیلۃ تمثل عمرو۔[52]

اور عطا حسنی بک فرماتے ہیں ان الامام علی لم یکن متکلا علی الحیلۃ بل علی الحق ولم یستنصر الخداع بل کان نصیرہ الصدق وما کان ینقصہ ذلک عن تقصیر وعجز بل تدینا وتعبدا لانہ کان یابی الا الحق الصراح والخدمۃ النصوحۃ ولذلک کان الناس ینفرطون من حولہ ویلتفون حول معاویۃ لسماحتہ وکرمہ وسخائہ ورغد العیش فی خرابہ وشتان بین من یعمل لدنیاہ وبین من یعمل لاخراہ[53]

ان تینوں وسیع النظر مورخوں کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ علی واجبات تقوی اور سلامتی ضمیر کا پاس و لحاظ رکھتے تھے۔ اور حقیقی فضیلت کے عاشق تھے

[51] غادہ کربلا مطبوعہ مصر۔ [52] اشہر مشاہیر الاسلام مطبوعہ مصر۔ [53] خواطر فی الاسلام مطبوعہ مصر

یکونان فی تقی خائف للہ لانہ اذا مکو غدروا اذا خدع وبق فہانان
خلتان لا تکونان فی تقی فکل خلۃ جانبت التقی فہی فی النار۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علیؑ صدق و حق کو رواج دینے کو فتحمندی جانتے تھے نہ محض ملکوں کے فتح کرنے اور دولت سمیٹنے کو۔

وہ قیصر و کسریٰ کیطرح کشورستانی و کامرانی کو اس قدر بُرا سمجھتے تھے کہ جب گروہ خوارج نے یہ دعویٰ کرکے کہ ہم قرآن پر عمل کریں گے تلوار کھینچی تو آپؑ نے اپنے لشکر والوں سے فرمایا کہ بخدا یہ لوگ اگر تم پر حکمراں ہو جائیں تو شاہان روم و ایران کی مانند حکومت کریں۔ حضرت علیؑ خوب سمجھتے تھے کہ قرآن پر عمل کرنا تو صرف بہانہ ہے یہ لوگ سیرت شیخین پر عمل کرنیکو سب پر مقدم رکھتے ہیں چنانچہ ربیعہ بن ابی شداد شیخ خوارج نے اسی بات پر مجھسے بیعت نہ کی کہ اتباع سیرتِ شیخین کی شرط لگاتا تھا اور میں صرف اتباع قرآن و سنت پر بیعت لینا چاہتا تھا۔ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں اُسوقت تک کوئی صاحب حکومت کامیاب نہیں ہوتا جب تک ملکی معاملات میں محض اپنی رائے اور تجویز پر کاربند نہو عام اس سے کہ اُسکی وہ رائے اور تجویز موافق بشرع ہو یا نہو۔ جو صاحب حکومت ایسا نکریگا بعید ہے کہ اُس کا امرِ حکومت و سلطنت منتظم ہو سکے[1]

---

[1] شرح نہج البلاغہ مطبوعہ مصر۔

کرتے تو یہ بات حاصل نہ ہوتی۔

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق   ہر ہوسناکی نداند جام و سندان باختن

علامۂ کفوی نے طبقات الفقہا میں اور سید شریف جرجانی نے حاشیہ سراجیہ میں کیا اچھی بات کہی ہے کہ علی باعتبار اپنے فضل و کمال کے رسول اللہ کا ایک معجزہ ہیں جس سے آنحضرت کے دعوی رسالت کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔

حضرت علیؑ مواقع جنگ پر بھی صدق و عدل کی رعایت ملحوظ رکھتے تھے جہاں کہیں معرکہ جنگ میں دشمن کے مقابل صف آرائی کرتے تھے؛ جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنی سپاہ کو بتاکید یہ ہدایت فرما دیتے تھے اور تمام جنگ میں نگراں رہتے تھے کہ حد ہدایت سے کسی نے تجاوز تو نہیں کیا۔

سنو یہ لوگ جو تم سے لڑنے کو جمع ہوئے ہیں جب تک وہ تم سے لڑنا نہ شروع کریں تم ان سے نہ لڑو کیونکہ ایک تو بحمد اللہ تم حق پر ہو اور تمہاری حقیقت بدلیل ثابت ہے دوسرے اپنی طرف سے ابتدا نکرنا یہ ایک اور حجت قاطعہ تمہاری برأت ذمہ کی تمھیں حاصل ہو جائے گی۔ یہ بھی ضابطہ قائم رکھو کہ جب تم ان کو ہزیمت دو تو کسی بھاگتے ہوئے کو قتل نکرو۔ اور میدان جنگ میں جسکو زخمی و مجروح پڑا ہوا دیکھو اسکے قتل سے دستکش رہو۔ نہ کسی مقتول کو برہنہ کرو نہ کسی مقتول کے اعضائے ظاہری و باطنی کو بگاڑو۔ اور جب تم ان کو

اور کسی حالت میں صدق وحق کی پابندی کو ترک نہیں کرتے تھے اور ہر کام خالصاً۔ لوجہ اللہ کرتے تھے اور چاہتے تھے اور لوگ بھی اسی طرح کریں مگر ظاہر ہے کہ یوں عمل پیرا ہونا اور نفسانی ہوا وہوس پر قابو پالینا سخت دشوار و مشکل ہوتا ہے لوگ علی کو چھوڑ چھوڑ کے بھاگتے تھے اور معاویہ کے گرد جمع ہوتے تھے جہاں بلا کسی قید کے عیش ہی عیش تھا۔ اس شخص میں کہ وہ جو کچھ کرتا ہے آخرت کے لئے کرتا ہے اور اس شخص میں کہ وہ جو کچھ کرے دنیا کے لئے کرے بڑا فرق ہوتا ہے۔ اسی سے علی امر حکومت میں کامیاب نہ ہوئے۔

اس جگہ مجکو یہ کہنا ضروری ہوا کہ ان باکمال فضلا نے ادہر توجہ نہیں فرمائی کہ علی اپنے کو رسول ﷺ کا خلیفہ جانتے تھے کسی فاتح شہریار کا قائم مقام نہیں سمجھتے تھے اس حیثیت سے علی کامیاب ہوئے اور بدرجہ اتم کامیاب ہوئے۔ اس بڑھ کر کامیابی کیا ہوگی کہ علی نے سیاست الہیہ اور سیاست شاہیہ میں جو فرق ہے اسکو نمایاں طور سے سب کو دکھا دیا اور منصب رسالت کو منصب سلطنت سے ایسا ممتاز کر دیا کہ کسی ہوشمند کو شک کی گنجائش نہ رہے۔ اور رسول اللہ ﷺ پر یہ شبہہ نہ ہو سکے کہ وہ محض سلطان العرب تھے اگر علی صرف فوج کشی و کشورستانی ہی کو نصب العین قرار دئے رہتے اور جس تدبیر سے بن پڑتا اسی مقصد کے حاصل کرنے میں سعی

ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ اب اسلام کی ترقی کا زمانہ ختم ہوگیا اور اُسپر حالت تنزل طاری ہوگئی اور قریش دنیا کی دولت پر ٹوٹ پڑے۔ مگر حضرت عمر کو یہ یاد نہیں رہا کہ قریش کی یہ حالت شروع ہی سی ہے۔ حضرت ابو بکر نے اپنے مرض الموت میں آہیں بھر کے عبد الرحمن بن عوف سے فرمایا تھا کہ قریش میں سے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ ساری دنیا کی دولت و حکومت اُسیکو ملجائے۔

خیر حضرت عمر تک تو چنداں نمایاں شور و شر نہیں پھیلا یہی ہوا کہ مغیرہ بن شعبہ کے غلام نے کسی پوشیدہ تحریک سے اُنکو قتل کر ڈالا مگر حضرت عثمان کا دور حکومت تو قہر تھا۔ اسلامی دنیا میں ہر جگہ نمایاں شورش برپا ہوگئی، حضرت عثمان خود کچھ صاحب عزم و رای نہ تھے بنی امیہ جو چاہتے تھے اُن سے احکام جاری کرالیا کرتے تھے مثلاً عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے یہ فقرہ تراشا کہ عمرو بن العاص مصر کے گورنر نے رقم خراج گھٹا دی حضرت عثمان نے فوراً عمرو کو معزول کر کے عبد اللہ بن ابی سرح کو اُنکی جگہ بھیج دیا۔ عبد اللہ نے دکھانے کو جس طرح بنا خوب خراج وصول کیا۔ حضرت عثمان نے تعریضاً عمرو سے کہا دیکھو اب وہ اُونٹنی خوب دودہ دینے لگی عمرو نے برجستہ کہا کہ جی ہاں اُسکا بچہ بھی تو مرگیا۔ یعنی خراج زیادہ وصول ہوا تو کیا رعایا تباہ اور ملک کی سرسبزی بھی رخصت ہوگئی۔

ہزیمت دیکر اون کے خیموں اور قیامگاہوں تک جا پہونچو تو خبردار کسی کی پردہ دری نکرو اور کسی کے گھر میں بغیر اوس کے اذن کے نہ داخل ہو اور اُن کے مال و متاع میں سے کسی شئی کو نہ لو۔ مگر وہ مال جو میدان قتال میں پاؤ لیلو یعنی مثل اسلحہ و اسپ و ساز وغیرہ۔ اور ہرگز کسی عورت سے متعرض نہ ہو گو وہ عورتیں تمھارے آبا و اجداد کو گالیاں ہی کیوں نہ دیتی ہوں یا تمھارے امیروں اور تمھارے فرقہ کے صلحاء کو برا ہی کیوں نہ کہہ رہی ہوں کیونکہ عورتیں جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں۔

یکم صفر ۳۷ھ کو جب میدان صفین میں پہلی صف آرائی طرفین میں ہوئی حضرت علیؓ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے صفوف لشکر سے آگے بڑھکر بارگاہ الٰہی میں بعد حمد و ثنا یوں دعا کی الٰہی اگر مجھے غالب کرنا تو اس طرح کہ تیرے احکام سے انحراف کی جھلک کہیں میرے کردار میں آنے نہ پائے۔ اور اگر تیری مشیت یہ ہو کہ دشمن مجھپر غالب ہو تو مجھے اس معرکہ قتال میں شہادت کی عزت عطا فرمانا اور جو میرے اصحاب بچ رہیں اونکو فتنہ میں پڑنے سے بچانا۔

حضرت عمرؓ کا دور حکومت ہمگی کچھ اوپر دس برس ہے اتنی سی مدت میں ترقی و تنزل کا یہ منظر مشاہدہ ہوتا ہے حسن بصریؒ ایک مبسوط روایت میں ظاہر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے دور اسلام کو اونٹ کی عمر سے تشبیہ دیتے

قد کفروا واخلفوا الطاعۃ ونکثوا البیعۃ فابعث الی من قبلک من مقاتلۃ علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویۃ الکتاب تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وقد علم اجتماعھم[۱] "اہل مدینہ کافر ہو گئے اور اُنھوں نے اطاعت حکومت سے سرکشی اختیار کر لی اور بعیت کو توڑ ڈالا یعنی پیمان شکنی کی تمکو لازم ہے کہ اپنی پیشگاہ سے جنگ آوران ملک شام کو تند خرام و رہوار مرکبوں پر ہمارے پاس روانہ کر دو یہ فرمان جب معاویہ کے پاس پہونچا وہ انتظار وقت میں لگ گئے اور مخالفت اصحاب رسول اللہ کو ناپسند کیا اونکو معلوم ہو چکا تھا کہ خلاف حضرت عثمان وہ سب متفق الرائے ہیں۔

حضرت عثمان نے اسی مضمون کے فرمان دیگر پروردگان دامن دولت کو بھی بھیجے اور مدد مانگی مگر کوئی مدد کو نہ پہونچا۔ واقعات بتا رہے ہیں کہ یہ لوگ خود منتظر تھے کہ شورش بڑھے اور اپنے اپنے صوبوں پر خود سرانہ قابض ہو جائیں۔ غرضکہ ہر طرف سے مایوس ہو کر اُس وقت حضرت علیؑ یاد آئے اور دوبارہ حضرت عثمان نے اون کو بلا کر صلاح و مشورہ چاہا کہ اب چارہ کار کیا ہے۔ علی علیہ السلام حلم و صدق میں بے مثل تھے نہایت ہمدردی سے ہر طرح تسکین دی اور مفید تدبیریں شورش کو فرو کرنیکی بتائیں۔ مگر مروان بن الحکم

---

[۱] طبری جزو ۵ صفحہ ۱۱۱ ۳۵ھ

علامہ مقریزی نے خطط میں مفصل ذکر کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بھی عمرو بن العاص مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عمرؓ نے اُنپر اعتراض کیا کہ کافر قبطیوں کے عہد سے بھی تمہارے عہدِ حکومت میں خراج گھٹ گیا۔ اوسپر عمرو بن العاص نے یہ جواب تلخ دیا کہ وہ کافر ہم مسلمانوں سے زیادہ بہتر رعایا پروری اور سرسبزیٔ ملک کا اہتمام رکھتے تھے۔ لامحالہ مرفہ الحال رعایا کی جد و جہد ملک کی پیداوار کو بڑہاتی تھی اور خراج زیادہ وصول ہوتا تھا۔

میں کہتا ہوں مسئلہ مسلمہ ہے کہ جتنی خرابیاں ملک میں پڑتی ہیں اُن کی ابتدا بیشتر اسی طمع غلیظ سے ہوتی ہے رعایا عموماً اور ظلم و جور کو کچھ برداشت بھی کرلیتی ہے مگر حکمراں کی جوع البقری کو نہیں برداشت کرتی کہ اُسکو سوکھا ٹکڑا تک دینے میں ہزار حیلے تراشے اور خود شیر مال اور پراٹھے اتنے کھائے کہ تخمہ ہوجائے۔

مختصر یہ کہ ممالک محروسہ کی رعایا بگڑ کھڑی ہوئی اور حضرت عثمانؓ پر چڑہائی کردی۔ مدینہ کے ناموراُمرا طلحہ و زبیر وغیرہ بلکہ حضرت عائشہؓ تک فریادی رعایا کے ہمدرد بنگئے اور کہنے لگیں اُقتلوا نعثلاً فقد کفر حضرت عثمانؓ نے یہ حالت مشاہدہ کرکے معاویہ والی شام کو یہ فرمان بہیجا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فان اہل المدنیۃ

کو ارہا تھا اوسکی فوج کے سپاہیوں کی یہ حالت تھی کہ شراب پی پی کر (اپنی) رعایا
کی عورتوں کی آبروریزی کرتے آتے تھے[1] خاص سرزمین ایران کی کا
کا کیا ذکر عراق عرب میں رعایائے ایران کی عیش پرستی کی جو حالت تھی
وہ اس واقعہ سے نمایاں ہے۔ جس شب قبل طلوع صبح خالد نے بمقام
ہراد عربونکو لوٹا ہے اس شب کو اون عربوں میں صحبت مے کشی گرم تھی
اور باوجود اندیشۂ قتل و غارت مزے سے شغل میگساری قائم تھا اور
مغنی یہ غزل گارہا تھا ۔؎

الا علّلانی[2] قبل جیش ابی بکر   لعل منایانا قریب وما ندری

خالد نے پہونچکر اس بزم طرب کو درہم و برہم کر ڈالا اور مغنی کے خون
نے ظرف شراب میں گرکر اُسکی رنگینی کو گہرا کر دیا۔ یہی رنگ دیکھکر خالد نے
فارس کے مرزبانوں کو اس مضمون کے نامے بھیجے تھے کہ اسلام قبول کرو
یا جزیہ دیکر ذمی بنو تو خیر ہے ورنہ ایسے لوگوں کو ساتھ لیکر تم سے جنگ
کرونگا جو موت کو ایسا چاہتے ہیں جیسا تم لوگ شراب کو۔

کاش عرب ان اقوام پر مسلط ہوکر عبرت حاصل کرتے اور دنیا کی نعمتوں سے
بقدر اعتدال و تعلیم اسلام تمتع حاصل کرنے پر قناعت کرتے اور اسلام کو

---

[1] طبری ج۴ صہ ۹۹-۱۰۰ [2] ہاں ساقی پیا پے می پلا قبل اسکے کہ ابوبکر کا لشکر پہونچ جائے کہیں
ہماری موت قریب نہ ہو اور ہم بیخبر ہوں۔

نے جو پیش دست خلافت تھا کوئی بات اونکی نہ چلنے دی یہ روش دیکھکر آخر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا میں نے بار بار اس معاملے میں تم سے گفتگو کی مگر ہر بار تم نے وہی کیا جو مروان و سعید بن العاص و ابن عامر و معاویہ نے تمکو سکھار کہا ہے تم ان لوگوں کے فرمانبردار بنے ہو اور میری کوئی بات نہیں مانتے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت علیؓ کی کوئی تدبیر نہ چلنے پائی اور اہل شورش نے یکایک جھنجلا کر حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا

میں نے بہت ہی اجمال و اختصار سے اس جگہ کام لیا ہے۔ تاریخ میں نہایت تفصیل کیساتھ یہ تمام واقعات مصیبت مذکور ہیں۔ افسوس کہ ابھی اس حکومت کی عمر اول صدی کے چوتھائی حصہ تک بھی نہیں پہونچنے پائی تھی کہ ایسی درہمی و برہمی پھیل گئی اور کلک قضا نے تباہی و خرابی کا خاکہ کھینچکر رکھدیا۔ ہر تاریخ دان واقف ہے کہ یہ حکومت جن سلطنتوں کی قائم مقام ہوئی تھی مثل سلطنت ایران و روم ان سلطنتوں کی حالت اوس وقت میں جبکہ عرب نے اُنکو فتح کیا قریب قریب ایسی ہی تھی جیسی دولت مغلیہ کی حالت ہندوستان میں محمد شاہ کے عہد میں تھی۔ ایسی سلطنتوں کو مٹا کر جو سلطنت اُن کی جگہ قائم ہو سخت حیرتناک امر ہے کہ وہ رعایا و برایا کو دو تین پشت تک بھی خوش نہ رکھ سکے۔ رستم سپہ سالار عجم جب عرب کے مقابلہ

سلہ طبری صفحہ ۳۰۱۹

میں مرے اور مسافروں نے ترس کھا کے دفن کیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تقریباً دس برس تک اپنے عہد مبارک میں مال زکاۃ و غنیمت وغیرہ مسلمانوں کو تقسیم کیا لیکن آپ نے ایسا سنجیدہ انداز مساوات کا قائم رکھا کہ سرمایہ داری کی بلائیں کوئی نہ پڑنے پایا۔ حضرت ابوبکر نے بند بند اور حضرت عمر نے کھلم کھلا اُس زریں قاعدۂ تقسیم کو توڑ دیا اور قریش کے بعض بعض افراد کو کروڑپتی بنا دیا۔ پھر یہ ہوا کہ اسی بخشش بے حساب کی بدولت مفسد بنی اُمیہ زرخیز ملک شام پر مسلط ہوگئے اور اُن کو مسلمانوں کے تباہ کرنے کا کافی سامان ملگیا۔
ایسے مواقع کیلئے جہاں یہ اعتراض ہوسکے کہ آنحضرت کے مقرر کئے ہوئے قاعدہ کو کیوں ترمیم یا منسوخ کیا گیا دنیا کی مصلحت کو دین کی مصلحت پر مقدم رکھنے والے عالموں نے چند عام فریب عذر تراش رکھے ہیں مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ خرما بونے والوں سے آنحضرت نے ایک وقت میں فرمایا انتم اعلم بامر دنیا کم تم لوگ اپنے دنیا کے کام سے خوب واقف ہو اس روایت کے یہ معنی قرار دیئے گئے کہ دنیا میں حسن معاشرت اور نظام تمدن کو بعنوان شائستہ قائم رکھنے میں افراد اُمت معاذ اللہ رسول اللہ سے زیادہ ماہر و دانا تر ہیں۔ حالانکہ روایت کے معنی یہ ہیں کہ کسان و باغبان وغیرہ اپنا اپنا کام اچھا کر سکتے ہیں۔ ہر کاری و ہر مردے۔ اس کے سوا اس جملہ کا اور کوئی مطلب

بدنام کرتے اور کتاب وسنت سے اعراض کرکے دنیا کے بادشاہوں کی روش پر نہ چلتے تو یہ خرابیاں نہ پڑتیں جن کا سلسلہ ابتک قائم ہے۔ سکندر و چنگیز و تیمور وغیرہ کی طرح ممالک فتح کرنے سے کیا حاصل جب دنیا میں رسوم صلح و صلاح ہی کو رواج نہ دیا جائے۔ آزاد مورخوں کے اعتراض سنتے سنتے آخر سرسید احمد خاں کو تھک کر یہ کہنا پڑا کہ مسلمان بادشاہوں کے کردار کے ہم جوابدہ نہیں ہیں۔ رسول اللہ کے ہدایات کے خلاف جو اُنھوں نے کیا وہ خود اُس کے ذمہ دار ہیں رسول اللہؐ پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

تاریخ خمیس میں بحوالہ دول الاسلام ذہبی لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے عہد میں وفور دولت کا یہ حال تھا کہ دار الخلافہ مدینہ میں ایک گھوڑے کی قیمت ایک ایک لاکھ اور ایک باغ کی قیمت چار چار لاکھ درہم تک پہونچ جاتی تھی (درہم تقریباً ۱۳ ارکا ہوتا ہے اور دینار نصف پونڈ کا) حضرت عثمان ایک ہزار غلاموں کے مالک تھے۔ اور اسی طرح مبسوط تاریخوں میں قریش کی دولت مندی کا مفصل ذکر ہے۔ ابوذر نے قریش کو سمجھایا کہ قارون نہ بنو خدا کی راہ میں بھی صرف کرو ورنہ بروز قیامت اسی سیم وزر سے داغے جاوگے۔ قریش نے حضرت عثمان سے اُنکی شکایت کی حضرت عثمان نے ابوذر کو مدینہ سے نکلوا دیا اور ربذہ میں نظربند کردیا مسکین وہیں عالم بیکسی

جلد دوم صفحہ ۲۸ مطبوعہ مصر اڈیشن سنہ ۱۳۰۲

حکمرانوں کا استبداد وہ زہر ہوتا ہے کہ ملک کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے الناس علیٰ دین ملوکھم۔ طبقات رعایا میں سے باختلاف مدارج ہر طبقہ اثر استبداد سے متاثر ہوجاتا ہے۔ ازانجملہ طبقۂ علماء کا استبداد غضب کا بلائے بیدرمان ہوتا ہے۔ مستبد سلطان کی افواج قاہرہ مخلوق خدا پر وہ ظلم نہیں کرتیں جو کہ بہ مسکین مستبد عالم بندگان خدا پر ستم کرتا ہے۔ قرین قیاس ہے کہ مستبد حاکم کا دور حکومت ختم ہوجانے کے بعد ظلم کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے لیکن مستبد عالم کے ظلم کا سلسلہ اُسکے مرنے کے بعد بھی منقطع نہیں ہوتا اسلئے کہ عالم و مقتدا اپنکر جو اُسنے حق پوشی و باطل فروشی کی ہے اُسکے اثر سے قرنہا قرن تک دنیا میں فساد برپا رہتا ہے اور بغیر کسی ایسے شخص کی کوشش کے جو موید من اللہ ہو یہ فتنہ فرو نہیں ہوتا۔

علامہ ابن عبدالبر اپنی کتاب جامع بیان العلم و فضلہ میں نقل کرتے ہیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صنفان اذا صلحا صلحت الامۃ واذا فسدا فسدت الامۃ السلطان والعلماء۔ یعنی بادشاہوں اور عالموں کے سنورنے اور بگڑنے پر اُمت کے سنورنے اور بگڑنے کا دارومدار ہے وہ اچھے ہوتے ہیں تو رعایا و تابعین بھی اچھے ہوجاتے ہیں وہ برے ہوئے تو اُنکی برائی اِنکو بھی برا بنا دیتی ہے۔

کنز العمال بھی مثل جامع الاصول جزری کے ہے جو احادیث صحاح ستہ

نہیں ہے کیونکہ یہ تسلیم کیا جا چکا ہے کہ تہذیب اخلاق کے اصول تعلیم کرنے اور اصلاح سیاست منزل و سیاست مدن کے آئین سکھانے کیلئے منجانب اللہ نبی مبعوث ہوتا ہے۔ وہ ارتھمیٹک اور جامیٹری اور سائینس وغیرہ کا معلم اور صنعت و حرفت کے تمام شعبوں کا ماسٹر نہیں ہوتا۔ ہاں یہ بتا دیتا ہے کہ کونسا پیشہ مضر اور کون مفید ہے۔ مضر کو ترک اور مفید کو اختیار کرنا چاہیے اور ہر پیشہ ور کو اپنے حد استحقاق کے اندر کام کرنا لازم ہے اور تعاون و تعامل کے نظام کو یکساں عدالت کے ساتھ قائم رکھنا فرض ہے تاکہ با امن و امان ہر انسان اُس شخصی اور نوعی مفاد سے متمتع ہو سکے جو اُسکی غایت تخلیق ہے یہ سمجھنے کے بعد بآسانی سمجھ میں آ جائیگا کہ اصلاح امور معاش و معاد اور فلاح دنیا و آخرت کے متعلق جو ہدایتیں نبی کرے وہ ہر عنوان سے اکمل و اتم ہونگی اور اُنکے خلاف افراد اُمت کے تدابیر کو نبی کی تدبیروں سے برتر خیال کرنا سخت مضر غلطی ہوگا۔

اس عصر جدید میں مغربی تعلیم سے متأثر ہو کر جب سے ہندوستان میں نیچری اصحاب نے دہریت کی داغ بیل ڈالی ہے یہاں بھی اپنے رفقائے کار ملاؤں کو انتما علم بامر دنیاکم کی وہی نامعقول شرح تعلیم کرنے پر مامور کیا ہے جسپر بوالہوسوں نے قبل ازیں مقرر کیا تھا۔ سچ ہے دنیا کی دلفریبی عجب بلای بیدرماں ہے خدا ہی اس سے محفوظ رکھے۔ ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔

عنوان جلسہ دیکھکر کہنے لگے شاید آپ لوگ کسی کام میں ہیں۔ ابوبکر نے فرمایا ہاں چنانچہ عمر چلے گئے اُن کے جانے کے بعد وہ کاغذ ابوبکر نے نکالا اور مجھسے پورا کرایا

اِن دونوں روایتوں کا مناقضہ قابل نظر ہے یا تو عامہ اہل اسلام کے مشورہ کی ضرورت تھی یا حضرت ابوبکر نے خاص الخاص فرد سے بھی چھپاکر جاگیر دیدی۔ کتب احادیث وسیر کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ہی بہت سے مناقضات اقوال وافعال میں ہیں ازانجملہ یہ ایک عجیب وغریب مناقضہ ہے کہ بروز سقیفہ بمقابلہ قبائل اوس وخزرج وغیرہ حضرت ابوبکر وعمر نے خلافت حاصل کرنے میں یہ دلیل پیش کی تھی کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے الائمۃ من قریش قبیلہ قریش میں سے خلیفہ ہوں۔ مگر حضرت عمر نے اپنے آخر عہد زندگی میں یہ فرمایا کہ "ابوعبیدہ بن الجراح یا سالم جو ابوحذیفہ کے آزاد شدہ غلام تھے اگر زندہ ہوتے تو انھی دو میں سے ایک کو اپنا جانشین مقرر کرتا۔" ابوعبیدہ تو خیر قبیلہ قریش میں سے تھے مگر سالم تو قریش میں سے نہ تھے پھر انکو رسول اللہ کے ارشاد الائمۃ من قریش کے خلاف کیوں خلیفہ بنانا منظور چاہتے تھے یہ سمجھنے کی بات تھی کہ ابوعبیدہ اور سالم کی کیا خصوصیت تھی کہ عثمان وعلی پر بھی اُنکو ترجیح دی گئی اگرچہ اسکی اور بہی کچھ علت بیان کی جائے مگر اصل راز یہ تھا کہ سقیفہ میں بشیر بن سعد انصاری اور اسید بن حضیر نے انصاری جماعت انصار میں تفرقہ ڈالکر انکی قوت کو توڑا تھا اور ابوعبیدہ اور سالم نے وہیں بلاتامل حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرکے

وغیرہ کا بہترین مجموعہ ہے اس جگہ میں چند واقعات توضیح مقصد کیلئے کتاب موصوف سے نقل کرتا ہوں۔

(۱) عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس کو ایک رقبہ آراضی اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوبکر نے عطا فرمایا اور فرمان لکھدیا جب گواہی ثبت کرنے کیلئے وہ فرمان حضرت عمر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اُسپر تھوک کر تحریر کو مٹا ڈالا اور فرمایا جاؤ بھاگ جاؤ رسول اللہ کے عہد میں اسلام ذلیل تھا جب تم لوگوں کے تالیف قلوب کی ضرورت تھی اب اسلام کی عزت کا دور ہے کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اور حضرت ابوبکر سے ملکر فرمایا یہ کچھ تنہا آپکا مال نہ تھا جو یوں دیدیا بلکہ عامہ اہل اسلام کا مال ہے آپنے بغیر اُن کے مشورہ کے کیوں بخشدیا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا اُسوقت جو لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُن سے صلاح لیلی تھی حضرت عمر نے کہا خوب آپکے چند ہمنشینوں کا مشورہ کل مسلمانوں کا مشورہ ہوگیا۔ (تاریخ کبیر ابن جریر میں اس واقعہ کا یوں ذکر ہے کہ زبرقان اور اقرع نے یہ شرط کرکے کہ وہ دونوں اپنی قوم میں سے کسی کو برگشتہ نہ ہونے دینگے خراج صوبہ بحرین پانے کیلئے فرمان لکھا لیا تھا اُسکو حضرت عمر نے پھاڑ ڈالا)

(۲) عروہ بن زبیر سے امیر معاویہ نے کہا کہ زبیر کو ابوبکر نے ایک قطعہ زمین دیا اور میں وہ فرمان لکھ رہا تھا اتنے میں معلوم ہوا کہ عمر آرہے ہیں بحضرت ابوبکر نے چپکے سے وہ کاغذ مجھسے لیکر اپنے بستر کے اندر رکھ لیا عمر آئے اور

مسکین بلال کے معاملہ میں یوں رسول اللہؐ کا حکم منسوخ ہوا اور سارا ملک شام اولاد ابوسفیان کو نذر کر دیا گیا جہاں اُنھوں نے ملک عضوض یعنی حکومت مستبدہ کے ارکان کو خوب مستحکم کیا اسجگہ مسلمانوں کے حقوق تلف ہونے اور پامال ہونے کا خیال نہ آیا تو کیا جواب ہو سکتا ہے۔

افسوس ہے کہ اسی استخفاف منصب نبوت نے یہاں تک نوبت پہونچائی کہ خلیفہ وقت کو رسول حق سے افضل و اکرم کہدیا گیا۔ علامہ ابوحنیفہ دینوری نے یہ حیرت انگیز واقعہ الاخبار الطوال میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن صیفی نے خلیفہ ہشام کو سمجھایا کہ خدا کے نزدیک آپ رسول اللہ سے زیادہ لائق اکرام ہیں کیونکہ پیغامبر سے نائب کا مرتبہ برتر ہوتا ہے آپ خلیفہ یعنی نائب خدا ہیں اور وہ رسول یعنی پیامبر ہیں مفتی مکہ علامہ دحلان خلاصۃ الکلام میں لکھتے ہیں کہ نجدی اپنے محاورہ میں ایلچی کو طارش کہتے ہیں ابن عبدالوہاب نجدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی کبھی اپنی تقریروں میں لفظ طارش سے بھی تعبیر کیا کرتا تھا۔ صحیح بخاری اور اُسکی شرح عمدۃ القاری و فتح الباری و ملل و نحل شہرستانی وغیرہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسند خلافت پر بیٹھے تو بعض قبائل عرب دین اسلام سے پھر گئے اور بعض قبائل بدستور دین اسلام پر قائم رہے۔ مگر خلیفہ وقت کو زکاۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر نے ان سب کو یکساں مرتد

کام کو آگے بڑھایا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید نے روایت کی ہے۔ کہ سقیفہ میں سب سے پہلے حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے بیعت کی پھر بشیر بن سعد نے پھر اُسید بن حضیر نے پھر ابوعبیدہ نے پھر سالم نے۔ اسی رفاقت کا صلہ حضرت عمر دینا چاہتے تھے۔ (شرح نہج البلاغہ جزء سادس صفحہ، مطبوعہ مصر)

(۳۲) بلال بن حارث کو رسول اللہ نے ایک قطعہ اراضی دیدیا تھا۔ حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں بلال کو طلب کر کے کہا کہ جتنے رقبہ کا تردد کر سکو کرو باقی چھوڑ دو کہ ہم مسلمانوں کو تقسیم کر دیں بلال نے کہا کہ وہ زمین رسول اللہ کا عطیہ ہے میں نہ چھوڑ دونگا مگر حضرت نے نہ مانا اور زمین چھڑالی۔

حضرت عمر کا یہ انتظام کوتاہ نظروں کو بہت اچھا معلوم ہوگا کہ زمین پڑتی نہ رہی تردد ہوگیا۔ لیکن اسی کے ساتھ رسول اللہ کا حکم تبادل تسویل منسوخ کرنے اور اُن کا عطیہ ضبط کرنے کی جسارت کا دروازہ جو ہوس پرست عالموں اور حکمرانوں کیلئے کھل گیا اُس خرابی کا اندازہ کرنا مشکل ہے اس فساد کو رفع کرنیکے مقابلہ میں ایک قطعہ آراضی کا غیر مزروعہ پڑا رہنا کچھ بھی اثر نہیں رکھتا تھا اگر شارع علیہ السلام کے واجب الاتباع احکام کی عزت ملحوظ نظر ہوتی تو بہت آسان ہوتا کہ بلال کو تقاوی اور مدد دیکر تردد کرادیا جاتا کہ اس میعاد کے اندر تردد ہو جائے ورنہ غیر تردد رقبہ ضبط کرلیا جائیگا۔ یوں چھین لینا ظاہر ہے کہ استبدادی کارروائی تھی۔ اسجگہ اگر کوئی کہے کہ

حضرت ابو بکر نے نہ مانا اور فدک کو نہ چھوڑا اسی قبیل سے کنز العمال میں یہ بھی روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے برسر منبر حکم دیا کہ کوئی عورت چار سو درہم سے زیادہ مہر نہ پائے فوراً ایک قرشیہ عورت تلنے لڑ کا کہ یہ حکم آپ کا خدا کے حکم کے خلاف ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ قرآن میں ہے واذا اٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذ وا منہ شیئاً حضرت عمر نے فرمایا ہاں ہاں سنا ہے اچھا جس کا جتنا جی چاہے مہر دے۔ میرے نزدیک قرشیہ بی بی خوش قسمت تھی کہ حضرت عمر مان گئے ورنہ آپ کی طبیعت تو اس قسم کی واقع ہوئی تھی کہ باوجود کتاب و سنت سے ثابت ہونے کے آپ کو مسئلہ تیمم کو ماننے میں پیش و پس تھا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد کے ابواب تیمم میں چند روایتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر کو مسئلہ تیمم معلوم نہ تھا حضرت عمار نے بتایا کہ یوں طریقہ تیمم رسول اللہ نے مجھکو تعلیم فرمایا ہے لیکن یہ بات کچھ حضرت عمر کے دلکو نہ لگی۔ ابو موسیٰ اور ابن مسعود کی صحبت میں ایک روز تیمم کا ذکر ہوا ابو موسیٰ نے قرآن کی یہ آیت پڑھی فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔ پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرلو۔ ابن مسعود نے اس کا تو کچھ جواب نہ دیا یہ کہا کہ عمر کو عمار کی روایت سے تسکین نہیں ہوئی اور وہ اور میں یہی کہتے ہیں کہ غسل و وضو کو پانی نہ میسر ہو تو نماز نہ پڑھے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ اگر تیمم کی اجازت دیجائے تو لوگ ٹھنڈے پانی کے

قرار دیکر سب پر جہاد کا حکم دیدیا۔ حضرت عمر نے روکا کہ مانعین زکاۃ کو مرتد
ٹھہراکر اُنپر جہاد کا حکم دینا۔ رسول اللہ کے حکم کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت نے
فرمایا ہے کہ میں اُسوقت تک لوگوں سے جہاد پر مامور ہوں جب تک وہ کلمہ
نہ پڑھیں اور سب کلمہ گو مسلمان ہیں۔ مگر حضرت ابوبکر نے نہ مانا اور مرتدوں
کے ساتھ مانعین زکاۃ کو بھی خوب لوٹا مارا اور لونڈی غلام بنایا۔ حضرت
عمر بدستور اس فعل کے خلاف رہے اور جب خود خلیفہ ہوئے سب بندیوں کو
چھوڑ دیا اور جہاں تک دسترس ہوا جو لوٹ میں اُن کا مال ومتاع آیا تھا
وہ بھی واپس کر دیا۔

یہ مناقضہ عبرت انگیز ہے کہ ایک جگہ تو حدیث نبوی کی یہ تحقیر کی گئی
اور دوسری جگہ یہ تعظیم میں غلو کیا گیا کہ اُسکو قرآن پر ترجیح دیدی۔ کنز
العمال وغیرہ میں روایت ہے کہ بحث فدک میں حضرت ابوبکر نے کہا کہ آنحضرت
نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔ حضرت علی نے حضرت ابوبکر
کے اس کہنے کو باور نہیں کیا کہ انبیاء علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا
اور جو وہ چھوڑ جاتے ہیں صدقہ ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابوبکر سے فرمایا
کہ یہ کہتے ہو اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ وورث سلیمان داؤد وقال
زکریا یرثنی ویرث من آل یعقوب سلیمان داود کے وارث ہوئے
اور زکریا نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھے فرزند عطا کر جو میرا وارث ہوگا

تواریخ معتبرہ سے انتخاب کرکے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں لکھا ہے کہ ابوذر و ابن مسعود و عمار پر جو تعدی حضرت عثمان نے کی اُس ایذا رسانی کی وجہ سے قبائل بنی ہذیل و بنی زہرہ و بنی غفار اور اُن کے حلیف اور بنی مخزوم سب حضرت عثمان سے بگڑ گئے تھے ۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ اُسی وقت میں جب مخالفین نے حضرت عثمان کو محصور کر رکھا تھا حضرت عائشہ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ کیطرف جانے کا قصد کیا اسپر مروان نے بتعریض کہا خوب آگ لگا کے چلیں یہ سنکر حضرت عائشہ نے فرمایا ارے میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تیرے اور تیرے صاحب عثمان کے پاؤں میں چکی کے پاٹ باندھ کر دونوں کو کوئی سمندر میں پھینکدے

اسی طبقات میں ہے کہ حضرت مقداد کی وفات کے بعد حضرت عثمان اُنکی تعریف کرنے لگے زبیر بن العوام نے اسپر ایک شعر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ زندگی میں تو خبر نہ لی ٹکڑا نہ دیا مرنے پر رونے بیٹھے ۔

ابن عبد ربہ اندلسی نے عقد فرید میں لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص سے کسی نے پوچھا کہ عثمان کو کس نے قتل کیا سعد نے کہا اُس تلوار نے جسکو عائشہ نے کھینچا اور طلحہ نے تیز کیا اور زبیر نے زہر میں بجھایا۔

حضرت ابوبکر صدیق کے فرزند محمد اپنے مرتے دم تک یہی کہتے رہے کہ عثمان نے قرآن پر عمل کرنا چھوڑ دیا تھا اور خدا کا حکم ہے کہ ومن لم

خوف سے بھی تیمم کرنے لگیں گے۔

بیان ہوا ہے کہ حضرت عثمان مسئلہ متعۃ الحج میں خلاف حکم رسول اللہؐ کے حضرت عمر کی تقلید فرماتے تھے اور چاہتے تھے کہ علی بھی میرا ساتھ دیں مگر بھلا وہ کہاں یہ گوارا کرنے والے تھے صاف کہدیا "ماکنت لادع سنۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بقول احد" یعنی وہ نہیں کہ رسول اللہؐ کے طریقہ کو کسی کے کہنے سے چھوڑ دوں (صحیح بخاری) یہ منظر یک بام ودو ہوا بھی قابل دید ہے کہ یہاں تو حضرت عمر کی تقلید کو رسول اللہؐ کے اتباع پر فوق دیدیا اور پھر اقتدار شیخین یعنی پیروی ابوبکر و عمر سے اس درجہ انحراف کیا کہ اصحاب رسول اللہؐ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے شکایت کی کہ خوب آپنے اتباع کتاب و سنت و سیرۃ شیخین کا عہد لیکر عثمان کو خلیفہ بنایا تھا انھوں نے تو وہ عہد توڑ ڈالا۔ عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان سے ملکر غصہ سے کہا کہ تمکو تو میں نے اس شرط و پیمان پر خلیفہ بنایا تھا کہ ابوبکر و عمر کے طریقہ پر چلو گے حضرت عثمان نے بھی ترشی سے جواب دیا کہ ابوبکر و عمر اپنے عزیزوں کو محروم رکھیں تو رکھا کریں میں کیوں محروم رکھوں عبدالرحمٰن یہ سنکر برہم ہوئے اور قسم کھائی کہ اب تم سے ابداً بات نکروں گا۔ چنانچہ مذکور ہے کہ مرض الموت میں جب حضرت عثمان عبدالرحمٰن کی عیادت کو تشریف لیگئے تو عبدالرحمٰن نے انکی طرف نہ دیکھا اور دیوار کیطرف منھ پھیرلیا۔ (عقد الفرید علامہ ابن عبدربہ)

صنتم حلائلکم و قدتم امکم هذا لعمرک قلة الانصاف
اپنی جورووں کو پردوں میں بٹھا آئے اور اپنی ماں کو آگے آگے لئے
پھرتے ہو۔ تمہاری جان کی قسم یہ بڑی ناانصافی کی بات ہے۔
ایسے ہی قبل ازیں جب خون کے انتقام لینے کا قصد اوّل اوّل حضرت عائشہ
نے ظاہر کیا تو اُم کلاب نے اُن سے کہا کہ
منك البداء و منك الغیر ومنك الریاح و منك المطر
یعنی کل تو تم اسی عثمان کی نسبت یہ کہتی پھرتی تھیں کہ اقتلوا نعثلا
فقد کفر اور آج اُسی کے خون کا انتقام لینے چلی ہو سچ ہے بی بی عجب
اندھی پانی ہو۔
غضب ہے کہ گندم نما جو فروش گروہ نے شروع ہی سے مسلمانوں
کو یہ سکھانا شروع کردیا کہ چپ رہو۔ زبان بند رکھو اور دم نہ مارو بلکہ جہاں
تک ممکن ہو بہ تسویل و تاویل ان واقعات فتنہ و فساد کو دلفریب قالبوں
میں ڈھالکر دنیا کے سامنے پیش کرو اور بدبختی سے یہ نہ سمجھے کہ اس ناعاقبت
اندیشی کا انجام برا ہے چنانچہ آج مسلمانوں کو یہ روز بد دیکھنا پڑا کہ اقطار
عالم میں جہاں کہیں بھی وہ ہیں خائف و ترسان۔ خوار و پریشان ہیں۔ اگر
شروع سے اچھے کو اچھا برے کو برا کہتے اور سمجھتے تو کیوں خرابیوں کا سلسلہ
منقطع نہ ہوجاتا اور کیوں بدوں کے بعد نیک پیدا ہوتے۔ خدا مغفرت کرے

یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون اسلئے ہم نے عثمان کو قتل کر ڈالا۔

حضرت عثمان نے ۲۷ھ ہجری میں عمرو بن العاص کو حکومت مصر سے معزول کیا تھا اُسوقت سے وہ جب موقع و محل پاتے حضرت عثمان پر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور مدینہ چھوڑ کے فلسطین میں جا بیٹھے اور قتل عثمان کے منتظر رہے اور جب اُن کے قتل کی خبر پہونچی تو بفخر کہا میں ابو عبداللہ ہوں جو ٹھان لیتا ہوں بغیر کر گذرے نہیں رہتا۔ پھر یہ رنگ اختیار کیا کہ فلسطین سے یہ بین کرتے ہوئے واعثماناہ انعی الحیاء والدین۔ دمشق پہونچے امیر معاویہ کے ساتھ ہو کر علی سے لڑے مصر کو فتح کیا اور لیا عجب تماشا تھا آپ ہی شورشیں برپا کرائیں قتل کرائیں۔ آپ ہی مقتول پر روئیں اور پھر دوسروں پر قتل کا الزام لگا کے انتقام لینے کے بہانے ہزار ہا بیگناہوں کا خون بہائیں

قریش سمجھے کہ ساری دنیا بھر میں ایک ہلڑ اور ہر لونگ مچا رکھا تھا۔ اچھا مان لیجئے کہ معاویہ و عمرو یا طلحہ و زبیر نے تو خلافت و حکومت کی طمع سے خلیفہ برحق سے بغاوت کی۔ بھلا ام المومنین کیا چاہتی تھیں کہ ہودج پہ لوہے کے بتر چڑھوا اور اُونٹ پر چڑھ فوج لے کر مدینہ سے بصرہ میں آ پہونچیں اور امیر المومنین کے لشکر پر حملہ کر دیا جناب عائشہ کے لشکر میں طلحہ و زبیر ایسے نامور بہادر بھی شامل تھے اس موقع پر قبیلہ بنی سعد کے ایک جوان نے طلحہ و زبیر کو غضب کا طعنہ دیا

بلکہ شیطان سے انسان کی وہ قوت مراد ہے جسکی تحریک سے ناکار افعال سرزد ہوتے ہیں اور آدم کو سجدہ نکرنے سے یہ اشارہ ہے کہ اُس قوت نے عقل کے زیر دست بننے سے سرکشی کی تو بھی وہی بات رہی کہ یہ سرتابی یعنی استبداد منبع شرور و فساد ٹھہرا۔

کہا گیا ہے کہ جب لفظ استبداد علی الاطلاق استعمال ہو تو اُس سے مذہبی یا قومی فرمانروا کا استبداد مراد ہوتا ہے۔ اس جگہ استبداد کے مرادف الفاظ استعباد اور تغلب بھی اکثر استعمال ہوتے ہیں اور مستبد حاکم کو الفاظ جابر و متغلب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور اُسکی رعایا کو مستضعفین یعنی بے زور و زر بے بال و پر اور اسیر و غلام کہتے ہیں۔

یہی نہیں کہ شروع ہی سے استبداد کا سلسلہ قائم ہو بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی ایسا حاکم جو کسی شرعی یا قومی قانون کا پابند تصور کیا جاتا ہو اگر کسی وقت میں اپنی نفسانی خواہشوں کے موافق قوت و قدرت پاکر اس قید کو توڑ دے تو وہ بھی مستبد حاکم قرار پائیگا۔

ارباب سیاست اس امر پر متفق ہیں کہ جانداروں میں سب سے زیادہ بدبخت وہ لوگ ہیں جو کسی مستبد حاکم کے زیر فرمان ہیں۔ حکمار کا قول ہے کہ مستبد حق اور آزادی کا دشمن قاتل ہے۔ حق بنی آدم کے حق میں بمنزلہ باپ کے اور آزادی بمنزلہ ماں کے ہیں اور عوام مثل اُن نادان یتیم بچوں کے

جناب اکبر الہ آبادی نے ایک روز اپنا فلسفیانہ کلام سناتے سناتے یہ رباعی بھی سنائی جو اب تک مجھے یاد ہے۔

بد کو بھی بُرا نہ کہئے ترغیب ہی یہہ | کس سے یہ کہوں کہ دل کی تخریب ہے یہ
شیطان کو رجیم کہدیا تھا اک دن | اک شور مچا خلاف تہذیب ہے یہ

اس کتاب میں لفظ استبداد چند بار استعمال ہوا ہے گو شروع ہی میں اقسام حکومت کے ذکر میں اس لفظ کا مفہوم مجملاً بتا دیا گیا ہے مگر آخر میں بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی قدر واضح کر دیا جائے

کسی حکم محکم اور قانون مسلم سے سرتابی کر کے اپنے ہوائے نفس پر عمل کرنے کو استبداد کہتے ہیں۔ مثلاً خدا نے ابلیس کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کر۔ ابلیس نے نہ مانا اور حکم کو بیجا قرار دیا اور خدا کو بتایا کہ مجکو آگ سے اور آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ یعنی آگ خاک سے برتر ہے فرق مراتب کو ملحوظ رکھنے کے بعد حکم دینا لازم تھا۔ اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوا کہ استبداد افراط جہالت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ابلیس اتنا بھی نہ جانتا تھا کہ ہر چیز کا بنانیوالا اُس چیز کی ماہیت وحقیقت سے بہ نسبت غیر کے بہتر واقف ہوتا ہے۔ خدا نے آگ و خاک کو پیدا کیا ہے اور وہی اُنکی حقیقتوں کا بہتر جاننے والا ہے اسلئے جو حکم دیا ہے وہ عین صواب ہے۔

نیچریوں کے خیال کے موافق اگر ابلیس کوئی وجود خارجی نہیں رکھتا

کیا جو اول اول عرب کے منافقوں نے اختیار کیا تھا مورخ موصوف نے صرف ایک عبداللہ بن سبا کا نام منافقین عجم میں سے ظاہر کیا ہے مگر عرب کے منافقوں میں سے ایک کا بھی نام نہیں بتایا حالانکہ مسلمانوں کے حق میں اُن کے نام گنوانا زیادہ مفید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

عن ام سلمۃ ان رسول اللہ صلے	فرمایا عنقریب کچھ امیر ہونگے جنکو تم میں
اللہ علیہ وسلم قال ستکون	سے کچھ لوگ پہچان لیں گے اور کچھ نہ
امراء فتعرفون وتنکرون	پہچانیں گے جسنے پہچان لیا بری الذمہ
فمن عرف برئ ومن انکر سلم	ہوگیا اور جس نے نہ پہچانا سلامت رہا
لکن من رضی وتابع قالوا افلا	لیکن جسنے اُن امیروں کو پسند کیا اور
نقاتلهم قال لا ما صلوا	اُنکا تابع ہوا وہ گیا گذرا۔ لوگوں نے
(صحیح مسلم)	کہا کہ ہم اُن سرکش حاکموں سے کیوں

نہ لڑیں۔ آنحضرت نے فرمایا نہیں جبتک وہ نماز پڑھتے رہیں اُن سے نہ لڑو۔

عن علاء بن المسیب عن ابیہ	مسیب کہتے ہیں کہ میں براء بن عازب
قال لقیت البراء بن عازب	سے ملا تو کہا کہ زہے نصیب تمہارا
رضی اللہ عنهما فقلت طوبیٰ	کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت
لک صحبت النبی صلے اللہ	میں رہے اور بیعت تحت الشجرہ کا
علیہ وسلم وبایعتہ تحت الشجرۃ	شرف حاصل کیا۔ براء نے کہا (آہ)

ہیں جو سو رہے ہوں اور نیک خصال دانشمند اُن یتیموں کے لئے مثل جوان بھائیوں کے ہیں کہ وہ باقتضائے شفقت برادرانہ اُن یتیموں کو جگاتے ہیں اور مفید کاموں پر لگاتے ہیں۔

مستبد حاکم کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ خود چونکہ اس بات کو جانتا ہے کہ وہ غاصب اور تعدی کرنیوالا ہے اسلئے اپنی ایڑیاں کروروں انسانوں کے منہ پر رکھتا ہے کہ بند رہیں اور کوئی کلمہ حق زبان پر نہ لاسکے اور نہ حق کا مطالبہ ہو سکے۔ (منقول از رسالہ طبائع الاستبداد مطبوعہ ایران ملخصاً)

✓ فاضل مورخ رفیق بک فرماتے ہیں کہ حکومت اسلامیہ اپنے ابتدائی ظہور میں کچھ حکومت شوریہ سے ملتی تھی لیکن اُس وقت میں بھی استبداد کے رنگ سے خالی نہ تھی بعدازین اسی سلسلہ کلام میں فرماتے ہیں کہ منافقوں میں ایسے بھی لوگ تھے جو مسلمانوں میں تشویش اور تفرقہ ڈالنے کا منصوبہ باندھکر بظاہر مسلمان بنے تھے مگر رسول اللہؐ چونکہ اُن کے احوال سے باخبر رہے اور ہیبت اسلام اُن کے دلوں پر طاری رہی آنحضرتؐ کے زمانہ حیات میں اِن منافقوں کو فتنہ انگیزی کی جرأت نہ ہوئی لیکن آنحضرتؐ کی وفات کے بعد بتمام نہاد سیاست اِن لوگوں نے فساد برپا کیا حتیٰ کہ اُمور خلافت میں بھی جھگڑے پڑے۔ یہ دیکھکر عجم کے زخم خوردہ لوگوں نے بھی وقت فرصت غنیمت سمجھا اور وہی عنوان مسلمانوں کے تباہ و برباد کرنے کا اختیار

فقال یا اخی لا تدری ما احدثنا بعدہ (صحیح بخاری)

بھائی تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ کے بعد کیا کیا احداث و ایجاد ہمنے

افسوس یہی احداث و ایجاد و استبداد تھے جنھوں نے تاریخ اسلام کو خون سے رنگ دیا اور اہلِ اسلام کو نکبت کی انتہائی حد تک پہونچا دیا رب العالمین رحم فرمائے اور اس بلا سے مسلمانوں کو چھڑائے۔

شرح این غمہا و این سوز جگر
این زماں بگذار تا وقت دگر

غضنفر علی زیدی
ملک سادات ۔ ضلع بجنور
۱۲ رجب ۳۴ء